نمبر ۱۰ | ۱۴/۲۱ فتح ۱۳۴۰ھش | ۵/۱۲ رجب ۱۳۸۱ ہجری | ۱۴/۲۱ دسمبر ۱۹۶۱ء | نمبر ۵۰-۵۱

زندہ ایمان لانا ہرگز ممکن نہیں جب تک انسان زندہ خدا کی تجلیات اور آیاتِ عظیمہ سے فیضیاب نہ ہو!

مبارک ہیں وہ جو اُٹھ بیٹھیں اور اب سچے خدا کو ڈھونڈیں!

کلماتِ طیبات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلۂ عالیہ احمدیہ

"زندہ ایمان لانا ہرگز ممکن نہیں جب تک انسان زندہ خدا کی تجلیات اور آیاتِ عظیمہ سے فیضیاب نہ ہو۔ یوں تو بجز دہریہ لوگوں کے تمام دنیا کسی نہ کسی رنگ میں خدا تعالیٰ کے وجود کی قائل ہے مگر چونکہ وہ قائل ہونا صرف اپنا خود تراشیدہ خیال ہے اور زندہ خدا کی اپنی ذاتی تجلّی سے نہیں ہے۔ اس لئے ایسے خیال سے زندہ ایمان حاصل نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے أنا الموجود کی آواز زور دار طاقتوں کے ساتھ معجزانہ رنگ میں اور خارق عادت کے طور پر سنائی نہ دے اور فعلی طور پر اس کے ساتھ دوسرے زبردست نشان نہ ہوں۔ اس وقت زندہ خدا پر ایمان آ نہیں سکتا۔ ایسے لوگ محض سنی سنائی باتوں کا نام خدا یا پرمیشر رکھتے ہیں اور صرف گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں۔ اور اپنی شناسائی کی حد سے زیادہ بات دگر اور اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔

حقیقی خدا دانی تمام اسی پر منحصر ہے کہ اس زندہ خدا تک رسائی ہو جائے کہ جو اپنے مقرب انسانوں سے نہایت صفائی سے ہمکلام ہوتا ہے اور اپنا پُرشوکت اور لذیذ کلام ان کو تسلی اور سکینت بخشتا ہے اور جس طرح ایک انسان دوسرے انسان سے بولتا ہے ایسا ہی یقینی طور پر جو کسی شک و شبہ سے پاک ہے ان سے باتیں کرتا ہے ان کی بات سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے اور ان کی دعاؤں کو سن کر دعا کے قبول کر لینے سے ان کو اطلاع بخشتا ہے اور ایک طرف لذیذ اور پُرشوکت قول سے اور دوسری طرف معجزانہ فعل سے اور اپنے قوی اور زبردست نشانوں سے ان پر ثابت کر دیتا ہے کہ میں خدا ہوں۔

وہ اوّل پیشگوئی کے طور پر ان سے اپنی حمایت اور نصرت اور خاص طور کی دستگیری کے وعدے کرتا ہے اور پھر دوسری طرف اپنے وعدوں کی عظمت بڑھانے کیلئے ایک دنیا کو ایسے مخالف کر دیتا ہے اور وہ لوگ اپنی تمام طاقت اور مکر و فریب اور ہر ایک قسم کے منصوبوں سے کوشش کرتے ہیں کہ وہ خدا کے ان وعدوں کو ٹال دیں جو اس کے مقبول بندوں کی حمایت اور نصرت اور غلبہ کے بارے میں ہیں اور وہ خدا ان تمام کوششوں کو برباد کرتا ہے وہ شرارت کی تخم ریزی کرتے ہیں اور خدا اس کی بیخ کنی کر دیتا ہے وہ آگ لگاتے ہیں اور خدا اس کو بجھا دیتا ہے وہ ناخنوں تک زور لگاتے ہیں آخر خدا ایسے منصوبوں کو انہی پر الٹا مارتا ہے۔ خدا کے مقبول اور راستباز نہایت سیدھے اور سادہ طبع اور خدا تعالیٰ کے سامنے ان بچوں کی طرح ہوتے ہیں جو ماں کی گود میں ہوں اور دنیا ان سے دشمنی کرتی ہے کیونکہ وہ دنیا میں سے نہیں ہوتے اور طرح طرح کے مکر و فریب ان کی بیخ کنی کیلئے کئے جاتے ہیں قومیں ان کے ایذا دینے کیلئے متفق ہو جاتی ہیں اور تمام نااہل لوگ ایک ہی کمان سے ان کی طرف تیر چلاتے ہیں اور افترا اور تہمتیں لگائی جاتی ہیں تا کسی طرح وہ ہلاک ہو جائیں اور ان کا نشان نہ رہے مگر آخر خدا تعالیٰ اپنی باتوں کو پوری کر کے دکھلا دیتا ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۲ و ۲۳)

(۲)

"اے عزیزو! اے پیارو! کوئی انسان خدا کے ارادوں میں اس سے لڑائی نہیں کر سکتا۔ یقیناً سمجھو کہ کامل علم کا ذریعہ خدا تعالیٰ کا الہام ہے۔ کیا تم خدا کو بغیر خدا کی تجلی کے پا سکتے ہو؟ کیا تم بغیر اس آسمانی روشنی کے اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو؟ اگر دیکھ سکتے ہو تو شاید اس جگہ بھی دیکھ لو۔ مگر ہماری آنکھیں گو بینا ہوں تاہم آسمانی روشنی کی محتاج ہیں اور ہمارے کان گو شنوا ہوں تاہم اس ہوا کے حاجتمند ہیں جو خدا کی طرف سے چلتی ہے۔

وہ خدا سچا خدا نہیں ہے جو خاموش رہے اور سارا مدار ہماری اٹکلوں پر رہے بلکہ کامل اور زندہ خدا وہ ہے جو اپنے وجود کا آپ پتہ دیتا رہا ہے اور اب بھی اس نے یہی چاہا ہے کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دے۔ آسمانی کھڑکیاں کھلنے کو ہیں عنقریب صبح صادق ہونے والی ہے۔ مبارک ہیں جو اُٹھ بیٹھیں اور اب سچے خدا کو ڈھونڈیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے ... پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۶۱ء

ہمارا جلسہ سالانہ

نصرت و تائید الٰہی کا ایک نشان

حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے۔ تو اس کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ زمین والوں کے دلوں میں اس کی مقبولیت قائم کر دی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں نیک لوگوں کے دل خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ حضرت مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی خدا تعالیٰ کے محبوب بندے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح و ارشاد کے لئے ٹھیک وقت پر مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی اس عظیم الشان نشان سے حصہ دیا۔ اور آپ کو ابتداء ہی میں اس مقبولیت اور لوگوں کے آپ کی طرف رجوع کرنے کی خوشخبری دے دی جسے آپ نے اپنی مختلف تصنیف و اشتہارات میں شائع کر دیا۔ مثلاً مارچ ۱۸۸۲ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی:-

الا ان نصر الله قريب
يأتيك من كل فج عميق
يأتون من كل فج عميق
ينصرك الله من عنده
ينصرك رجال نوحي
اليهم من السماء ...
ولا تصعر لخلق الله ولا
تسئم من الناس ووسع
مكانك۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم بحوالہ تذکرہ صفحہ ۵۰ و ۵۵)

خبردار رہو کہ خدا کی مدد تجھ سے قریب ہے وہ مدد ہر ایک دور کی راہ سے تجھے پہنچے گی اور ایسی راہوں سے تجھے پہنچے گی کہ وہ راستے لوگوں کے بہت چلنے سے جو تیری طرف آئیں گے گہرے ہو جائیں گے۔ یعنی اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے۔ خدا اپنی طرف سے تیری مدد کرے گا تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے اور یاد رکھ کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے سو تیرے پر واجب ہے کہ تو ان سے بدخلقی نہ کرے اور تجھے لازم ہے کہ ان کی کثرت کو دیکھ کر تھک نہ جائے اور تو اپنے مکان کو وسیع کرے۔

●—— اس آخری حصہ الہام کے متعلق صرف سترہ سال گذرنے کے بعد خود حضور ہی ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:-

سبحان اللہ یہ کس شان کی پیشگوئی ہے اور آج سے سترہ برس پہلے اس وقت بتلائی گئی ہے کہ جب میری مجلس میں شاید دو تین آدمی آتے ہوں گے اور وہ بھی کبھی کبھی۔ اس سے کیسا علم غیب خدا کا ثابت ہوتا ہے۔" (سراج منیر صفحہ ۷۲)

ان ربانی پیش خبریوں کے پیش نظر ہر وہ شخص جو مرکز سلسلہ میں کسی وقت بھی آتا ہے۔ بلاشبہ وہ ان کی صداقت کا زندہ گواہ ہے۔ اور پھر جماعت کے ہر سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اس الہام کی شان اور زیادہ نکھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ ان جلسوں کا آغاز ۱۸۹۱ء میں ہوا جبکہ اس میں ۷۵ اصحاب شریک ہوئے۔ لیکن اس اجتماع کا باقاعدہ اجراء ۱۸۹۲ء میں ہوا جبکہ جماعت کے سالانہ جلسہ میں ۳۲۷ اصحاب نے شرکت کی۔ اس پر آج ستر اکہتر سال کا لمبا زمانہ گذر چکا ہے۔ اس وقت جماعت کے مرکز میں محض اس اجتماع میں شمولیت کرنے والوں کی مجموعی تعداد قریباً ایک لاکھ ہوتی ہے۔ اور یہ تو ابھی ابتداء ہے کیونکہ جماعت احمدیہ کی عمر ابھی ستر سال کی ہے۔ اور قوموں کی زندگیوں میں ستر سال کی عمر کچھ بھی نہیں ہوتی۔ وہ وقت آتا ہے کہ بیک وقت کئی کئی لاکھ لوگ ان اجتماعوں میں شریک ہوا کریں گے۔

ماسوا اس کے اس وقت صرف آپ ہی کی ذات دعوت الی الحق سرانجام دے رہی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت دی اور حضور کی مساعی کو اس قدر بارآور کیا کہ آج ساری دنیا میں آپ کی تیار کردہ جماعت کے تبلیغی مشنز کا ایک جال بچھا ہوا ہے اور آپ کی تعلیم و نظریات کو باہر جا کر نے والے سینکڑوں کی تعداد میں شب و روز مصروف جہاد ہیں۔ لاکھوں روپیہ جماعت اصلاح و ارشاد کے کام پر خرچ کیا جاتا ہے تاحق کے متلاشیوں کو اس کے ذریعہ صحیح رہنمائی کے سامان مل سکیں۔

جاتے ہیں۔

معترضین کہتے ہیں کہ احمدی لوگ علیحدہ جماعت بن کر دوسرے مسلمانوں سے کٹ گئے ہیں مگر ایسی ہی سب جماعت کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھتے اور جماعت کی ٹھوس اسلامی خدمات کا قریب سے مطالعہ کرتے ہیں۔ تو جماعت کو داد تحسین دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس لئے کہ آج اسی منفرد جماعت نے ساری دنیا میں اسلام کی لاج رکھ لی ہے۔ اور الحاد بے دینی اور تثلیث کا جس جرأت اور دلیری کے ساتھ ان کے مرکز میں پہنچ کر مقابلہ کر رہی ہے۔ دنیا کے کسی بھی اسلامی فرقہ سے نہ کیا نہ ہو سکا۔"

بہرحال اکناف عالم میں بسنے والے لوگوں کا اس آواز کی طرف غیر معمولی طور پر متوجہ ہونا اور پھر روز افزوں ترقی کرتے چلے جانا ہر سنجیدہ مزاج کو دعوت فکر ہے۔ دیگر باتوں کو چھوڑ کر جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسوں میں اس کثرت سے رجوع خلائق ہی کی بات پر غور کیجئے۔ آخر اس مقدس سرزمین میں کوئی ایسی کشش ہے جو لاکھوں نفوس کو اکناف عالم سے ادھر کھینچ لائی ہے جنہوں نے مسافت کی دوری۔ رستے کی تکالیف اور اخراجات کی تنگی۔ اعزہ و اقارب کی جدائی کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ اور ایک عاشق صادق کی طرح اس کے کوچہ کی طرف چلے آئے۔"

پس اس مقدس مقام پر ایسی کشش اور اس کے ساتھ زائرین کی والہانہ عقیدت و محبت نصرت و تائید الٰہی کا بین ثبوت ہے۔ اور پھر نہ ایک سال دو سال بلکہ کم و بیش پون صدی سے اللہ تعالیٰ کا یہ نشان دن بدن زیادہ شان و شوکت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے!!

اور پھر یہ ترقی اور مقبولیت زبردست مخالف حالات میں حاصل ہوئی۔ ذرا مخالفت کے اُن طوفانوں پر بھی غور کریں جو پون صدی کے اس لمبے عرصہ میں مخالفین کی طرف سے وقتاً بعد وقتٍ برپا کئے گئے۔—— کیا کسی بھی وقت میں مخالفت کے طوفان تھمے کیا مخالفوں نے کبھی کوئی کسر چھوڑی؟ —— کیا زمانہ مسیح موعود علیہ السلام میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جیسے علماء نے مخالفت میں کچھ کمی کی۔ کیا وہ کفر کے فتوے حاصل کرنے کے لئے ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک نہیں پہنچے؟ اور پھر کیا بٹالہ سے قادیان جانے والی سڑک پر اپوچ کر لوگوں کو قادیان جانے سے روکنے کی کوشش کرنا کچھ نتیجہ خیز ثابت ہوا!؟ —— طرح طرح کے مقدمات حتیٰ کہ اقدام قتل تک کے جھوٹے مقدمے بنائے گئے اس جماعت کی رفتار ترقی کو کم کر سکے——!! بعد ملکی تقسیم کے وقت جبکہ مشرقی پنجاب کی بیشتر مسلم آبادیاں ختم ہو گئیں اور پیری مریدی کے تعلقات منقطع ہو گئے۔ اور قادیان کی بیشتر آبادی کو بھی ترک وطن کرنا پڑا۔ لیکن کیا اس وجہ سے قادیان کی شہرت اور اس کی روحانی کشش میں فرق آیا؟ نہیں بلکہ جب اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک دوسرے مرکز میں جمع ہونے کی توفیق دی تو اس احمدیت کے دائمی مرکز کو پہلے سے زیادہ دنیا میں مشہور و متعارف کر دیا! تقسیم ملک کے بعد تو بڑی کثرت کے ساتھ زائرین و افراد محض اس مقام کی زیارت کی خاطر آئے اور الہام الٰہی کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ کے یہ سالانہ مقدس اجتماع آج تک جماعت کے بارہ میں پھیلائے گئے انواع و اقسام کے شکوک و شبہات کے ازالہ اور ہزاروں ہزار افراد کی ہدایت کا موجب ہوئے۔ اور لوگوں کی زندگی میں ایسا انقلاب آیا کہ

"جو رہن تھے سب بنایا ای"

کا کرشمہ پھر سے دنیا نے دیکھ لیا!! اس موقعہ پر نیک طبائع پر اچھے رنگ پر اثر انداز ہونے کے لحاظ سے جلسہ کی وہ تقاریر بھی ہیں جو دنیا میں بڑھتے ہوئے مادی ماحول میں خالص روحانی قدروں کو اجاگر کرتے ہوئے نہایت عمدہ پیرایہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ اور علماء سلسلہ کی طرف سے کی جاتی ہیں——!!

الغرض ایک طرف دنیا میں مذہب سے بیزاری، روحانیت سے استغناء، الحاد و بے دینی کا دور دورہ اور دوسری طرف اس جلسہ کا ماحول جس میں تقاریر کو [illegible] جلسہ کی طرف سے خوب جوش اور توجہ سے سنا جاتا ہے۔ وہ جلسہ کی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت کا دیدہ نشان ہے کیونکہ دلوں کے اندر رغبت کا مادہ پیدا کر دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ صرف مقلب القلوب خدا کی ذات ہی کا [illegible]

اخبار احمدیہ

ربوہ ۹ دسمبر (بوقت ۹ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت سے متعلق اخبار الفضل میں آج کا شائع شدہ اطلاع مظہر ہے کہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی
طبیعت اس وقت اچھی ہے
کل بھی حضور بعد نماز عصر سیر کی
غرض سے باغ میں تشریف لے گئے

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے آمین

قادیان ۱۱ دسمبر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع بچوں اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔

امنِ عالم کے متعلق اسلام کی تعلیم اور قیامِ امن کے ذرائع کی تفصیل

اِسلام کی بتائی ہوئی سلامتی ساری دُنیا کیلئے ہے!

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز امام جماعت احمدیہ

ساری دنیا میں قیام امن کا مسئلہ اس قدر پیچیدہ اور مشکل ہے کہ موجودہ زمانہ کے بڑے بڑے فلاسفر، سیاسی ماہرین اور سائنس دان اپنی علمی ترقیات پر فخر کے باوجود اسے حل نہیں کر پائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اُن کے بس کا روگ ہی نہیں۔ کیونکہ اس کے حل کے لئے جس بلند سطح پر قائم ہو کر عملی قدم اُٹھانے کی ضرورت ہے اس سے یہ لوگ قاصر ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی بلند پایہ تصنیف "تفسیر کبیر" میں ایک جگہ اسی اہم مسئلہ پر مختصر مگر نہایت جامع طریق پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اسلامی نقطۂ نگاہ اور قرآنی تعلیم کے مطابق اُن ذرائع کی نشان دہی کی ہے جن کو عمل میں لانے سے ساری دنیا میں امن و سلامتی کے سامان ہو سکتے ہیں۔ افادۂ احباب کی خاطر اس حصہ مضمون کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ ——— (ادارہ)

امن عالم کا مسئلہ

دنیا امن ایک ایسی چیز ہے جس کے لئے دنیا ہمیشہ سے کوشش کرتی چلی آئی ہے چنانچہ یا تو دُنیا بیرونی امن کے لئے جدوجہد کرتی ہے اور یا جب بیرونی امن کے لئے جدوجہد نہیں کر رہی ہوتی یا اُس میں کامیاب ہو چکی ہوتی ہے تو اندرونی امن کے لئے جدوجہد کرتی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے دولتمند اور علماء فاضل جب آپس میں ملتے ہیں تو اُن کی گفتگو کا موضوع آخر یہی ہوتا ہے کہ اور تو ہمیں سب کچھ میسر ہے

دل کا امن نصیب نہیں

لیکن امن صرف بیرونی ہی نہیں ہوتا بلکہ دل کا بھی ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب تک دل کا امن نصیب نہ ہو اُس وقت تک ظاہری امن بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آجکل دنیا کے تمام لوگ امن کے خواہشمند ہیں۔ لیکن امن اُن کو میسر نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں اتنی مختلف الانواع مخلوق ہے کہ جب تک کسی ایک قاعدہ کے ماتحت امن کا حصول نہ ہو اُس وقت تک سب لوگ مطمئن نہیں ہو سکتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں انسانوں میں ہزاروں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے جذبات مختلف ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خواہشات مختلف ہوتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں۔ ان متضاد خواہشوں اور متضاد ضرورتوں کے ہوتے ہوئے دُنیا میں امن کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔ اسلام بتاتا ہے کہ ایسے متضاد اور مخالف خیالات کی موجودگی میں بھی امن قائم ہو سکتا ہے جب ساری دنیا ایک ہستی کے تابع ہو جو امن کا ارادہ رکھتی ہو۔

اگر یہ بات نہ ہو۔ تو کبھی امن میسر نہیں آ سکتا ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ ایک گھر میں ماں باپ ذرا اِدھر اُدھر ہوتے ہیں تو تھوڑی ہی دیر میں بچے لہولہان ہو جاتے ہیں۔ کسی کے گلے پر زخم ہوتا ہے کسی کے بال نوچے ہوئے ہوتے ہیں۔ کسی کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ کسی کی آنکھ سوجی ہوئی ہوتی ہے۔ مگر جب ماں باپ آتے ہیں تو اُن کے سامنے ایسی نرم شکلیں بنا کر بیٹھ جاتے ہیں کہ گویا وہ لڑائی جھگڑے کو جانتے ہی نہیں۔ اس لئے کہ ماں باپ کی یہ نیت ہوتی ہے کہ اُن کے بچے امن سے رہیں۔ پس درحقیقت امن اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے۔ جب دُنیا پر ایسی بالا ہستی ہو جو امن کی متمنی ہو۔ اور جو دوسروں کو امن دینا چاہتی ہو۔ اور ایسے قوانین نافذ کرنا چاہتی ہو جو امن دینے والے ہوں اور وہی شخص حقیقی امن دینے والا قرار پا سکتا ہے جو اُس ہستی کی طرف لوگوں کو جائے۔ یہ امن دینے والی ہستی کی طرف توجہ دلانے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آپ ہی وہ انسان ہیں جن کے ذریعہ دنیا کو یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام

امن دینے والا

بھی ہے۔ چنانچہ سورۂ حشر میں اللہ تعالیٰ کے جو نام گنائے گئے ہیں اُن میں سے ایک نام یہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ (سورۂ حشر آیت ۲۴) اے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو لوگوں کو توجہ دلا اُس خدا کی طرف جو بادشاہ ہے پاک ہے اور السَّلَام یعنی دنیا کو امن دینے والا اور تمام سلامتیوں کا سرچشمہ ہے۔ یعنی جس طرح ماں باپ یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ اُن کے بچے لڑیں جھگڑیں یا فساد کریں بلکہ وہ امن شکن کو سزا دیتے اور امن قائم رکھنے والے بچے سے پیار کرتے ہیں۔ اسی طرح تمہارا ایک ہی ایک خدا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے مفاد مختلف ہیں۔ تمہارے ارادے مختلف ہیں تمہاری ضرورتیں مختلف ہیں۔ تمہاری خواہشیں مختلف ہیں۔ اور تم بعض دفعہ جذبات میں بے قابو ہو کر امن شکن حالات پر تیار ہو جاتے ہو۔ مگر یاد رکھو خدا ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ سلام ہے۔ جب تک کوئی سلامتی اختیار نہ کرے۔ اُس وقت تک وہ اُس کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

خالی امن کی خواہش

امن پیدا نہیں کر دیا کرتی۔ کیونکہ بالعموم امن کی خواہش اپنے لئے ہوتی ہے دوسروں کے لئے نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب لوگ کہتے ہیں۔ دولت بڑی اچھی چیز ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ دشمن کی دولت بھی اچھی چیز ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے لئے اور میرے دوستوں کے لئے دولت بڑی اچھی چیز ہے۔ اور جب وہ کہتے ہیں کہ صحت بڑی اچھی چیز ہے۔ تو اس کے معنے بھی یہ نہیں ہوتے کہ میرے دشمن کی صحت اچھی چیز ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے لئے صحت بڑی اچھی چیز ہے ورنہ دشمن کے متعلق تو انسان یہی چاہتا ہے کہ وہ نادار اور کمزور رہے۔ اسی طرح جب لوگ عزت و مرتبہ کے متمنی ہوتے ہیں تو ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ محض اپنے لئے۔ جب دنیا کا یہ حال ہے تو خالی امن کی خواہش بھی فساد کا موجب ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جو لوگ بھی امن کے متمنی ہیں وہ اس رنگ میں امن کے متمنی ہیں کہ صرف انہیں اور ان کی قوم کو امن حاصل رہے۔ ورنہ دشمن کے لئے یہی چاہتے ہیں کہ اُن کے امن کو مٹا دیں اب اگر اسی اصل کو رائج کر دیا جائے تو دنیا میں جو بھی امن قائم ہوگا وہ چند لوگوں کا امن ہوگا۔ ساری دنیا کا نہیں ہوگا۔ اور جو ساری دنیا کا امن نہ ہو وہ حقیقی امن نہیں کہلا سکتا۔ حقیقی امن تبھی پیدا ہو سکتا ہے۔ جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ میرے اوپر ایک بالا ہستی ہے جو میرے لئے ہی امن نہیں چاہتی بلکہ سارے مُلکوں کے لئے امن چاہتی ہے۔ اور اگر میں صرف اپنے لئے یا صرف اپنی قوم کے لئے یا صرف اپنے ملک کے لئے امن کا متمنی ہوں تو اس صورت میں مجھے اُس کی مدد اُس کی نصرت اور اُس کی خوشنودی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب یہ عقیدہ دنیا میں رائج ہو جائے۔ تبھی امن قائم ہو سکتا ہے ورنہ نہیں یہی اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ کہہ کر قرآن کریم نے

انسانی ارادوں کو پاک و صاف کر دیا

اور یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ جب تک ارادے درست نہ ہوں اس وقت تک کام بھی درست نہیں ہو سکتا۔ دُنیا میں جتنے فساد اور لڑائیاں ہیں سب اسی وجہ سے ہیں کہ انسانوں کے ارادے صاف نہیں۔ وہ منہ سے جو باتیں کرتے ہیں اُن کے مطابق اُن کی خواہشات نہیں۔ اور اُن کی خواہشات کے مطابق اُن کے اقوال و افعال نہیں۔ آج سب دنیا کہتی ہے کہ لڑائی بُری چیز ہے لیکن اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ اگر ہمارے خلاف کوئی لڑے تو یہ بُری بات ہے لیکن اگر اُن کی طرف سے جنگ کی ابتداء ہو تو یہ کوئی بُری بات نہیں سمجھی جاتی۔ اور یہ نقص اسی وجہ سے ہے کہ لوگوں کی نظر ایک ایسی ہستی پر نہیں جو سلام ہے۔ وہ سمجھتے ہیں جہاں تک ہمارا فائدہ ہے ہم اُن باتوں پر عمل کریں گے مگر جب ہمارے مفاد کے خلاف کوئی بات آئے گی تو اسے رد کر دیں گے۔ مگر قرآن کریم میں جو خدا تعالیٰ کے نام بتلائے گئے ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ

وہ سب کا خدا ہے کسی ایک کا نہیں

اور یہی عقیدہ حقیقی امن کی طرف دُنیا کو لا سکتا ہے کہ دنیا کا ایک خدا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ امن سے رہیں۔ جب ہمارا یہ عقیدہ ہوگا تو اُس وقت ہماری خواہشات خود غرضی پر مبنی نہیں ہوں گی۔ بلکہ دنیا کو عام نفع پہنچانے والی ہوں گی۔ اُس وقت ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ فلاں بات کا ہمیں فائدہ پہنچتا ہے یا نقصان بلکہ ہم یہ دیکھیں گے کہ ساری دُنیا پر اس کا کیا اثر ہے۔ یوں تو دنیا ہمیشہ اپنے فائدہ کے لئے دوسروں کے امن کو برباد کرتی رہتی ہے لیکن اس عقیدہ کے ماتحت ایسا کرنے کی جرأت اُن میں نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ سمجھے گی کہ اگر میں نے ایسا کیا تو ایک بالا ہستی مجھے پکڑ کر رکھ دے گی جیسے ایک بچہ دوسرے کا کھلونا چھین لیتا ہے تو وہ اپنے لئے امن حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی دوسرے کا امن چھینا جاتا ہے۔ اور ایک تو خوش ہو رہا ہوتا ہے۔ اور دوسرا رو رہا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا تم سمجھتے ہو کہ ماں باپ یا استاد اگر وہاں موجود ہوں تو وہ اس کھیل کو جاری رہنے دیں گے؟ وہ کبھی اس کو برداشت نہیں کریں گے بلکہ جس بچہ نے کھلونا چھینا ہوگا اُس کا کھلونا

دالپس لے کر اس کے اصل مالک کو دے دیں گے۔ اور جب وہ ایسا کرتے ہیں۔ تب یہ سمجھتا ہے کہ وہ امن جو دوسرے کے امن کو برباد کرکے حاصل کیا جاتا ہے وہ بھی قائم رہنے والا نہیں ہوتا۔ حقیقی امن وہی ہوتا ہے جو ایسی صورت میں حاصل ہو جب کہ کسی کے حق کو تلف نہ کیا گیا ہو۔ غرض حقیقی امن اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک

ایک بالا ہستی

تسلیم نہ کی جائے۔ اور یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ امن دینے والا ہے صرف اسلام نے پیش کیا ہے۔ اور اس نے کہا ہے کہ الملک القدوس السلام

اس کے بعد وہ پیغام ہے جو اس ہستی کی طرف سے آتا ہے۔ کیونکہ جب ایک امن قائم رکھنے کی خواہشمند ہستی کا پتہ مل گیا۔ تو انسان کے دل میں یہ معلوم کرنے کی بھی خواہش پیدا ہو جاتی ہے کہ آیا اس نے امن قائم کرنے کا کوئی سامان بھی کیا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر اس نے امن قائم کرنے کا کوئی سامان نہیں کیا تو یہ لازمی بات ہے کہ اگر ہم خود امن قائم کرنے کی کوشش کریں گے تو اس بات کا امکان ہو سکتا ہے کہ بجائے امن کے فساد پیدا کر دیں۔ پس محض امن قائم کرنے کی خواہش انسان کو صحیح راستہ پر قائم نہیں کر سکتی۔ جب تک ایک بالا ہستی کی ایسی ہدایات بھی معلوم نہ ہوں جو امن کو قائم کرنے میں ممد و معاون ہوں کیونکہ اگر انسان کو اپنے بالا افسر کی خواہشات کا صحیح علم نہ ہو تو انسان باوجود اس آرزو کے کہ وہ اس کے احکام کی اطاعت کرے اُسے پوری طرح خوش نہیں رکھ سکتا۔ پس اگر ہمیں اپنے بالا افسر کی خواہش تو معلوم ہو لیکن اُس خواہش کو پورا کرنے کا طریق معلوم نہ ہو۔ تب بھی ہمارا امن قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ ممکن ہے ہم کوئی اور طریق اختیار کریں اور اُس کا منشاء کوئی اور طریق اختیار کرانا ہو۔ پس ہمارے امن کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بالا ہستی ہمیں

کوئی ایسا ذریعہ بھی بتائے جو امن قائم کرنے والا ہو

سو اس غرض کے لئے جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آیا اس نے کوئی ایسا ذریعہ بتایا ہے یا نہیں تو سورہ بقرہ میں اس کا جواب نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا (بقرہ آیت ۱۲۶) یعنی یہ جو آسمان پر سلام خدا کی خواہش ہے کہ دنیا میں امن قائم ہو اس کے لئے ضروری تھا کہ ہم ایک مرکز قائم کرتے جو دنیا کو امن دینے والا ہوتا سو ہم نے بیت اللہ کو یہ بنا دیا۔ یہاں چاروں طرف

سے لوگ جمع ہوں گے۔ اور امن کا سبق سیکھیں گے۔ پس ہمارے خدا نے صرف خواہش ہی نہیں کی۔ صرف یہ نہیں کہا کہ تم امن قائم کرو۔ ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ بلکہ اس دنیا میں اُس نے

امن کا ایک مرکز

بھی قائم کر دیا۔ اور وہ خانہ کعبہ ہے۔ فرماتا ہے۔ یہاں لوگ آئیں گے۔ اور اس مدرسہ سے لوگ امن کا سبق سیکھیں گے۔

پھر یہ کہ اس مدرسہ کی تعلیم کیا ہو گی۔ اس کے لئے بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا سے خبر پاکر اعلان فرما دیا کہ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ (مائدہ آیت ۱۶-۱۷) یعنی اے لوگو! تم تاریکی میں پڑے ہوئے تھے تم کو یہ پتہ نہیں تھا کہ تم اپنے خدا کی مرضی کو کس طرح پورا کر سکتے ہو۔ اس لئے دنیا میں ہم نے تمہارے لئے ایک مدرسہ بنا دیا ہے مگر خالی مدرسہ کام نہیں دیتا جب تک کتابیں نہ ہوں۔ پس فرمایا قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ۔ خدا کی طرف تمہارے پاس ایک نور آیا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور اُس کے ساتھ ایک کتاب مبین ہے۔ ایسی کتاب جو ہر قسم کے مسائل کو بیان کرنے والی ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اسلام کے لئے امن کا مدرسہ بھی قائم کر دیا۔ امن کا کورس بھی مقرر کر دیا۔ مدرس امن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور امن کا کورس وہ کتاب ہے۔ جو يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ کی مصداق ہے۔ جو شخص خدا کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ اس کتاب کو پڑھے۔ اس میں جس قدر سبق ہیں۔ وہ سُبُلَ السَّلَامِ یعنی سلامتی کے راستے ہیں۔ اور کوئی ایک حکم بھی ایسا نہیں جس پر عمل کرکے انسانی امن برباد ہو سکے۔

ایک بالا ہستی کا وجود ہی ہمارے ارادوں کو درست کرتا ہے۔ مدرسہ کا قیام ہماری عملی مشکلات کو حل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اس کتاب کی عملی تفسیر ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میرے ذریعہ خدا تعالیٰ نے وہ کتاب بھیجی ہے۔ جس میں وہ تفصیلات موجود ہیں جن سے امن حاصل ہو سکتا ہے۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ یہ امن جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے کس کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ (نمل آیت ۶۰) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہہ دے الحمد للہ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے دنیا میں امن قائم کر دیا ہے۔ اور انسان کی تڑپ اور فکر کو دور کر دیا۔ اور کہہ سَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ وہ بندے جو خدا تعالیٰ کے پسندیدہ ہو جائیں اور اپنے آپ کو اس کی راہ میں فدا کر دیں ان کے لئے ہی امن بخشا ہو جائے گا اور وہ بھی با امن زندگی بسر کرنے لگ جائیں گے۔ یہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ تمام لوگ جو آپ کی اتباع کرنے والے اور آپ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والے ہیں ان کے لئے کامل امن ہے اور وہ اپنی زندگی کے کسی حصہ میں بھی بدامنی نہیں دیکھ سکتے۔

پھر صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی نہیں بلکہ تمام مومنوں کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (سورہ فرقان آیت ۶۴) وہ جاہل جو اسلام کی طرف زبانیں کو نہیں سمجھتے جب مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں تو مومن کہتے ہیں کہ ہم تو تمہاری سلامتی چاہتے ہیں چاہے تم ہمارا برا ہی کیوں نہ چاہو۔ جب دشمن کہتا ہے کہ تم کیسے گندے عقائد دنیا میں رائج کر رہے ہو تو وہ کہتے ہیں یہ گندے عقائد یا بیہودہ باتیں نہیں بلکہ سلامتی کی باتیں ہیں۔ گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہی نہیں بلکہ مومنوں کے لئے بھی نہیں بلکہ ساری دنیا کے لئے ہے۔

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ

یہ سلامتی عارضی ہے یا مستقل

کیونکہ یہ تو ہم نے مانا کہ اسلام خدا سے امن مانگ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو دیا۔ مگر بعض امن عارضی بھی ہوتے ہیں جن کے نیچے بڑی بڑی خرابیاں پوشیدہ ہوتی ہیں جیسے تپ کا مریض جب ٹھنڈا پانی پیتا ہے تو اُسے بڑا آرام محسوس ہوتا ہے مگر دو منٹ کے بعد یکدم اُس کا بخار تیز ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے آگ لگ گئی پھر برف پیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ آرام آگیا مگر یکدم پھر اسے بے چینی شروع ہو جاتی ہے پس سوال ہو سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو امن دے رہے ہیں یہ عارضی ہے یا مستقل؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ (یونس آیت ۲۶) کہ دنیا فسادوں کی طرف لے جاتی ہے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جو تعلیم دی گئی ہے وہ موجودہ زندگی ہی کے لئے نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا امن ہے۔ جو مرنے کے بعد بھی چلتا چلا جاتا ہے اور جو اس دنیا کے بعد ایک ایسے گھر میں انسان کو پناہ دیتا ہے جہاں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ گویا یہ زنجیر ایک مکمل زنجیر ہے۔ اس کے ماتحت میں ایک سلامتی کی کڑی ہے اس کے حال میں امن ہے کیونکہ ایک مدرسہ امن جاری ہو گیا ہے اور ایک مدرس امن خدا تعالیٰ نے بھیج کر امن کا کورس بھی مقرر کر دیا۔ اور عملی طور پر ایک ایسی جماعت مقرر کر دی جو إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا کی مصداق ہے پس اس کے ماضی میں بھی امن ہے اس کے حاضر میں بھی امن ہے۔ پھر اس کے مستقبل میں بھی امن ہے۔ کیونکہ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ مرنے کے بعد وہ انسان کو ایک ایسے جہان میں لے جائے گا۔ جہاں سلامتی ہی سلامتی ہو گی۔ پس یہ ساری زنجیر مکمل ہو گئی اور کوئی جزو تشنہ تکمیل نہ رہا اس کے بعد

٭ وہ کون سی ہوں کہ سلامتی صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible]

قیام امن کے ذرائع

کا سوال آتا ہے سو اس کے متعلق بھی قرآن کریم روشنی ڈالتا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ اعلان فرماتا ہے کہ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (انعام آیت ۸۲) یعنی میرے دل کا امن ان بتوں کو دیکھ کر کس طرح برباد ہو جائے جن کو تم خدائے واحد کا شریک قرار دے رہے ہو وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا حالانکہ تم اپنے دلوں میں جھوٹے طور پر مطمئن ہو۔ خطرہ تمہارے ارد گرد ہے۔ پس اگر تم عدم علم اور جہالت کے باوجود مطمئن ہو اور تمہارا عدم علم تم کو امن دے سکتا ہے تو تم کس طرح سمجھ سکتے ہو کہ میرا کامل علم مجھے امن نہیں بخش سکتا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ تم بتاؤ ان دونوں میں سے کس کو امن حاصل ہو گا؟ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ اگر تم حماقت کی باتیں نہ کرو اور عقل و خرد سے کام لو تو تم سمجھ سکتے ہو کہ کون مامون ہے اور کون غیر مامون۔

اس جگہ امن کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے

دو عظیم الشان گر

بیان کئے ہیں۔ اول یہ کہ توحید کامل کے قیام کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک توحید قائم نہ ہو گی اُس وقت تک لڑائیاں جاری رہیں گی۔ شرک کا صرف اتنا ہی مفہوم نہیں کہ کوئی ایک کی بجائے تین خداؤں کا قائل ہو۔ بلکہ جب باریک در باریک رنگ میں شرک شروع ہوتا ہے تو کئی قسم کا شرک نظر آنے لگ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جب مختلف مذاہب کی تعلیمیں مختلف ہیں اُن کے خیالات مختلف ہیں تو اس حالت

ہیں امن اس وقت تک قائم ہی نہیں ہو سکتا جب تک لوگوں کے اندر حقیقی مواخات پیدا نہ ہو۔ اور

حقیقی مواخات خدا کے بغیر نہیں ہو سکتی

دنیا میں انسابات پر تو لڑائیاں ہو جاتی ہیں۔ کہ ایک کہتا ہے میرا دادا افلاں عظمت کا مالک تھا اور دوسرا کہتا ہے میرا دادا ایسا تھا۔ مگر کبھی تم نے بھائیوں کو اس بات پر لڑتے نہیں دیکھا ہو گا۔ کہ ایک دوسرے کو کہے کہ میں شریف النسب ہوں اور تم نہیں۔ اسی طرح جب دنیا میں توحید کامل ہو گی۔ تبھی اس قسم کی لڑائیاں بند ہوں گی۔ پس اخوت و مساوات کا جو سبق توحید سے حاصل ہوتا ہے۔ اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کے متعلق دشمن بھی یہ اقرار کرتا ہے کہ اخوت کا جو سبق آپ نے دیا اور کسی نے نہیں دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت کا سبق الگ کر کے نہیں دیا۔ بلکہ آپ نے اصل میں توحید کا سبق دیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں اخوت پیدا ہو گئی۔ مثلاً جب میں نماز پڑھتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ سب تعریف اسی اللہ کی ہے جو عیسائیوں کا بھی رب ہے۔ ہندوؤں کا بھی رب ہے۔ یہودیوں کا بھی رب ہے۔ تو میرے دل میں ان قوموں کی نفرت کس طرح ہو سکتی ہے جبکہ میں رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے لفظ کے نیچے تمام قوموں اور تمام نسلوں کو لے آتا ہوں۔ میں جب نماز میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہوں تو دوسرے الفاظ میں میں یہ کہتا ہوں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْمَذَاھِبِ کُلِّھَا یعنی میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو تمام مذاہب کا رب ہے۔ اسی طرح جب میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہوں تو اس کے معنے یہ بھی ہوتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْاَقْوَامِ کُلِّھَا یعنی میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو تمام اقوام کا رب ہے اسی طرح جب میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہوں تو اس کے یہ معنے بھی ہوتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْبِلَادِ کُلِّھَا یعنی میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو تمام ملکوں کا رب ہے۔ اور جب کہ میں تمام اقوام۔ تمام ملکوں اور تمام لوگوں میں حسن تسلیم کروں گا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ میں ان سے عداوت رکھ سکوں۔ پس اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں بتا دیا گیا ہے کہ اگر حقیقی توحید قائم ہو اور رب العالمین کی حمد سے انسان کی زبان تر ہو تو یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی قوم کا کینہ انسان کے دل میں رہے۔ اور ایک طرف تو وہ ان کی بہبودی کی خواہش رکھے اور دوسری طرف ان کو

دیکھ کر اللہ تعالے کی حمد اور تعریف بھی کرے دوسرا نکتہ اللہ تعالے نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ نازل فرمایا ہے کہ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا یعنی دنیا میں امن تبھی برباد ہوتا ہے جب انسان فطرتی مذہب کو چھوڑ کر رسم و رواج کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ اگر انسان طبعی اور فطرتی باتوں پر قائم رہے تو کبھی لڑائیاں اور جھگڑے نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام دین فطرت ہے اور حقیقت یہی ہے کہ جو دین فطرت ہو گا وہی دنیا میں امن قائم کر سکے گا اور وہی امن پھیلا سکے گا جس کا ایک ٹکڑا انسان کے دماغ میں ہو۔ آخر یہ ہو کس طرح سکتا ہے کہ اللہ تعالے ہم کو اس تعلیم کی طرف بلائے جس کا جواب ہماری فطرت میں نہیں۔ اور جس کی قبولیت کا مادہ پہلے سے خدا نے ہمارے دماغ اور ذہن میں نہیں رکھا۔ پس فرمایا مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا تم کہہ دو کہ تم ان تعلیموں کے پیچھے چل رہے ہو جو فطرت کے خلاف ہیں۔ اور میں تم کو ان باتوں کی طرف بلاتا ہوں جو تمہاری فطرت میں داخل ہیں۔ اب جوں جوں انسان اپنی فطرت کو پڑھنے کی کوشش کرے گا اس کا دل پکار اٹھے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جو کتاب ہے وہ بالکل سچی ہے۔ کیونکہ اس کا دوسرا نسخہ میرے ذہن میں بھی ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ دنیا ایک مرکز پر آ جائے گی۔ اور ایک ہی خیال پر متحد ہو جائے گی۔ جس کے نتیجہ میں امن قائم ہو جائے گا

اب ایک اور سوال باقی رہ جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ بے شک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہادیٔ امن ہیں۔ بے شک آپ نے امن کا درس دنیا میں جاری کر دیا بے شک امن کا کورس خدا نے مقرر کر دیا، بے شک اسلام نے تعلیم وہ دی ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے اور جسے دیکھ کر انسانی فطرت پکار اٹھتی ہے کہ واقعہ میں یہ صحیح تعلیم ہے۔ مگر

کیا لڑائی بالکل ہی بُری چیز ہے؟

قرآن کریم اس کا بھی جواب دیتا اور فرماتا ہے کہ امن کے قیام کے لئے بعض دفعہ جنگ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (بقرہ آیت ۲۵۲) کہ بے شک امن ایک نیک چیز ہے۔ بے شک اس کی تعلیم خدا نے انسانی دماغ میں رکھی ہے۔ مگر کبھی انسان کا دماغ خیالات سے اتنا بعید ہو جاتا ہے۔ اور انسان عقیدے اپنے مرکز سے ہٹ جاتے ہیں کہ وہ امن سے بالکل دور جا پڑتے ہیں۔ اور نہ صرف امن سے دور جا پڑتے ہیں بلکہ حریت ضمیر کو بھی باطل کرنا چاہتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ ایسی حالت میں امن کے قیام اور اس کو وسعت دینے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جو فریق ہیں ان کا مقابلہ کیا جائے پس وہ جنگ امن ہٹانے کے لئے نہیں بلکہ امن قائم کرنے کے لئے ہو گی۔ جیسے اگر انسان کے جسم کا کوئی عضو سڑ گل جائے تو فیس خرچ کر کے بھی انسان ڈاکٹر سے کہتا ہے کہ اس عضو کو کاٹ دو۔ اسی طرح کبھی ایسے گروہ دنیا میں پیدا ہو جاتے ہیں جو سرطان اور کینسر کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور ضروری ہوتا ہے کہ ان کا اپریشن کیا جائے تا وہ باقی حصہ قوم کو بھی گندہ اور ناپاک نہ کر دیں۔ پس فرمایا وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ۔ اگر بعض کے ذریعہ اللہ تعالے بعض کی شرارتوں کو دور نہ کرتا تو لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔ بجائے امن قائم ہونے کے فساد بڑھ جاتا۔ جس طرح سپاہیوں کو بعض دفعہ لاٹھی چارج کا حکم دیا جاتا ہے۔ اسی طرح فرمایا بعض دفعہ ہم بھی اپنے بندوں کو اجازت دیتے اور انہیں کہتے ہیں جاؤ اور لاٹھی چارج کرو۔ اسلئے کہ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ اگر لاٹھی چارج نہ کیا جاتا۔ تو ساری دنیا کا امن برباد ہو جاتا۔ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ لیکن اللہ تعالے صرف ایک قوم کو ہی امن نہیں دینا چاہتا بلکہ وہ ساری دنیا کو با امن دیکھنے کا خواہشمند ہے۔ اور چونکہ ان لوگوں سے دنیا کا امن برباد ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ ان کا مقابلہ کیا جائے تا

ساری دُنیا میں امن قائم ہو

بے شک اس کے نتیجہ میں خود ان لوگوں کا امن مٹ جائے گا۔ مگر دنیا میں ہمیشہ موازنہ کیا جاتا ہے۔ جب ایک بڑا فائدہ چھوٹے فائدہ سے ٹکرا جاتا ہے تو اس وقت بڑے فائدہ کو لے لیا جاتا اور چھوٹے فائدہ کو قربان کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح کثیر حصۂ دنیا کے امن کی خاطر ایک قلیل گروہ سے جنگ کی جاتی ہے۔ اور اس وقت تک اُسے نہیں چھوڑا جاتا جب تک وہ خلافِ امن حرکات سے باز نہ آ جائے۔

یہ ایک مختصر سا ڈھانچہ اس تعلیم کا ہے جو اسلام نے قیام امن کے سلسلہ میں دی ہے۔ ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ اسلام نے کس جامعیت اور تفصیل کیساتھ اس مسئلہ کو بیان کیا ہے۔

چلو قادیاں جلسہ سالانہ ہوگا

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

چلو قادیاں جلسہ سالانہ ہوگا　　وہاں جلوۂ فیض جانانہ ہوگا

خواتین کی بے شک اجتماعی　　تو کثرت سے اجلاس مردانہ ہوگا

پیو گے وہاں جام عرفاں کے پیالے　　کھلے بندوں پینے کو خمخانہ ہوگا

وہاں جس کو دیکھو گے جلسہ میں جاکر　　مسیح محمد کا مستانہ ہوگا

زیارت مقاماتِ قدسی کی کرنا　　کہ حاصل تمہیں وصل یزدانہ ہوگا

جو ملت کے غم میں بہاؤ گے آنسو　　تو ہر قطرۂ اشک دُر دانہ ہوگا

موافق جو ہیں بشارت انہیں دو　　کہ حاصل تمہیں درجہ نذرانہ ہوگا

معاند کو اسلام کے یہ سنا دیں　　نہ سامان ہوگا نہ اسامانہ ہوگا

جو گالی ہمیں دیں دعا دینگے ان کو　　سلوک ان سے اپنا محبانہ ہوگا

مزاج اپنا ہر چند شاہانہ رکھیں　　تعامل ہمارا فقیرانہ ہوگا

ثریا سے ایمان واپس ملا ہے　　وہی مے پلانے کا پیمانہ ہوگا

ملے گی ہمیں جلد ہی کامیابی　　میسر جو عزم دلیرانہ ہوگا

رہو ہوشیار اب سمجھ لو کہ جو بھی　　محمد کا، احمد کا، دیوانہ ہوگا

حیات ایک اور تازہ ملے گی　　فدا شمع پر جو بھی پروانہ ہوگا

مکرر یہ اکمل کی ہے عرض سب سے
چلو قادیاں جلسہ سالانہ ہوگا

ربوہ میں مجلس انصار اللہ کے سالانہ اجتماع پر

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کا بصیرت افروز افتتاحی خطاب

انصار اللہ کی ہمہ گیر اصطلاح اور اس کے اہم تقاضے

مورخہ ۲۷؍ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے ربوہ میں انصار اللہ کے سالانہ اجتماع کا افتتاح فرماتے ہوئے جو روح پرور اور بصیرت افروز خطاب فرمایا تھا اس کا مکمل متن افادۂ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے

برادران کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں انصار اللہ کے اجتماع کا افتتاح کروں۔ کسی دینی اور علمی اور تربیتی اجتماع میں شرکت کرنا تو بہرحال بڑی خوشی اور برکت کا موجب ہے اور میں اپنے لئے اسے اخروی سعادت کا باعث سمجھتا ہوں۔ لیکن میں چند دن سے بلڈ پریشر کی تکلیف میں مبتلا رہوں اور طبیعت میں یکسوئی نہیں پاتا۔ علاوہ ازیں مجھے انصار اللہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ہمیشہ ہی بہت حجاب رہتا ہے۔ ایک تو اس لئے کہ میں خود بھی انصار اللہ میں شامل ہوں۔ اور اس ذمہ داری کے لحاظ سے اپنی کمزوریوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور دوسرے اس لئے کہ انصار اللہ کا لفظ ایسے بلند و بالا مفہوم کا حامل ہے کہ ان کی حقیقی ذمہ داریوں کو شمار کرنا اور انہیں نیکی کی طرف چلانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خدام الاحمدیہ کے فرائض تو وقتاً فوقتاً خلیفۂ وقت کی طرف سے معین کئے جاتے ہیں اور خدام الاحمدیہ کا نام بھی ان کے فرائض کی تعیین کرنے کے لئے کافی ہے۔ مگر انصار اللہ کی اصطلاح اتنی وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ اس کی تشریح کرنا ایک بہت مشکل امر ہے۔ انصار اللہ کے معنے ہیں "خدا کے مددگار" اور چونکہ خدا ایک غیر محدود ہستی ہے۔ اور اس کی صفات بھی غیر محدود ہیں۔ اور اس کا کام بھی غیر محدود ہے۔ اس لئے انصار اللہ کے کام کا دائرہ بھی حقیقتاً غیر محدود ہے۔ حق یہ ہے کہ جو کام خدا دنیا میں اپنے رسولوں کے ذریعہ لینا چاہتا ہے وہ سب انصار اللہ کے دائرہ عمل میں آتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کی جتنی بھی ایسی صفات ہیں جن کا اس دنیا کے نظام کے ساتھ تعلق ہے ان سب میں انصار اللہ کو خدا کا مظہر بننا چاہیئے۔ اس کے بغیر کوئی شخص کامل طور پر انصار اللہ نہیں کہلا سکتا۔

مگر میں اس جگہ خصوصی طور پر اُس مقصد کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں جس کے لئے ہمارے آقا و سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے کیونکہ یہی انصار اللہ کا حقیقی کام ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس بلند و بالا مقصد کا اہل بنائیں جو ان مقدس ہستیوں کی بعثت میں مرکوز ہے۔ اور نہ صرف اپنے آپ کو اس کا اہل بنائیں بلکہ حکیمانہ تبلیغ و تلقین اور عمدہ تربیت کے ذریعہ دوسروں کے اندر بھی اس مقصد کی اہلیت پیدا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

یعلمہم الکتٰب والحکمۃ ویزکیہم

"یعنی ہمارا یہ رسول لوگوں کو خدائی احکام و فرائض کی تعلیم دیتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کو ان احکام کی حکمت اور ان کا فلسفہ بھی سکھاتا ہے۔ اور ان کے اندر طہارت اور پاکیزگی اور تقویٰ پیدا کرتا ہے اور ان کی ترقی کے سامان مہیا فرماتا ہے۔"

یہ وہ عظیم الشان مقصد ہے جس کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے تھے اور کوئی شخص صحیح معنوں میں انصار اللہ نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اس مقصد کو حاصل نہ کرے۔ وہ دین کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ وہ دینی احکام کی حکمت اور فلسفہ کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے وہ اپنے نفس کو ہر قسم کی اخلاقی اور روحانی کمزوریوں سے پاک کرے اور بالآخر وہ ترقی کے ان تمام سامانوں کو مہیا کرے جو گری ہوئی قوموں کو اوپر اُٹھانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ تزکیہ کے معنے صرف پاک کرنے کے ہی نہیں ہیں بلکہ ترقی دینے اور اوپر اُٹھانے کے بھی ہیں اس لئے یزکیہم کے لفظ میں یہ دونوں مفہوم شامل ہیں۔ یعنی پاک کرنا اور اوپر اُٹھانا۔ اس طرح یہ کل چار مقصد بنتے ہیں اور یہ سارے مقصد انصار اللہ کے مدنظر رہنے چاہئیں۔

یہ کام اتنا وسیع ہے کہ اگر انصار اللہ کے ہر فرد کی ساری عمر اور ساری توجہ صرف اسی مقصد کے حصول میں خرچ ہو جائے تو پھر بھی کم ہے۔ مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارے کام سرانجام دیئے۔ آپ نے ایک اُمی قوم کو خدائی احکام کا سبق دیا۔ آپ نے ان کو ان احکام کی حکمت اور فلسفے سے بصورت احسن آگاہ کیا۔ آپ نے ان کے اندر وہ پاکیزگی اور وہ طہارت پیدا کر دی جو دنیا کی تاریخ میں عدیم المثال ہے۔ آپ نے عربوں کی گری ہوئی اور پستی میں پڑی ہوئی قوم کو اس طرح اوپر اٹھایا اور ان کے لئے ترقی کے ایسے سامان مہیا کئے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے ساری معلوم دنیا پر چھا گئی۔ اور ایک اُمی قوم ہوتے ہوئے دنیا کی ایسی اُستاد بن گئی کہ آج یورپ کے ترقی یافتہ ممالک اس بات کو برملا تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری اجتماعی بیداری کا باعث وہ علوم ہوئے ہیں جو ہمیں مسلمانوں کے ذریعہ حاصل ہوئے۔

پس اپنے اس افتتاحیہ خطاب میں تفصیلات میں جانے سے پہلے انصار اللہ کی خدمت میں میری پہلی نصیحت یہی ہے کہ وہ انصار اللہ کے لفظ پر غور کریں اور پھر غور کریں۔ اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ وہ خدا کے کاموں میں خدا کا مددگار بننے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور خدائی کاموں میں سب سے مقدم کام وہ ہے جو مذکورہ بالا آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا۔ یعنی اول کتاب اللہ کی تعلیم۔ اور دوم احکام الٰہی کی حکمت اور فلسفہ اور سوم نفوس کی پاکیزگی اور طہارت اور چہارم قومی ترقی کے سامانوں کا مہیا کرنا اور اُن پر خود چلنا اور دوسروں کو چلانا۔ اگر انصار اللہ بظاہر صرف اسی چھوٹی سی نصیحت پر ہی کاربند ہو جائیں تو اس نصیحت کے نتیجہ میں درحقیقت کسی اور نصیحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ ان چار باتوں پر عمل کرنے سے سچ سچ انصار اللہ یعنی "خدا کے مددگار" اور خدا کے دست و بازو اور دنیا کی قوموں میں ایک بلکہ خیر الامت بن سکتے ہیں۔

پھر ہمارے سلسلہ کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے کہ:۔

یحیی الدین ویقیم الشریعۃ

"یعنی ہمارا یہ مامور و مرسل دین کو زندہ کرے گا اور شریعت کو قائم کرے گا۔"

اس عجیب و غریب خدائی الہام میں یہ اشارہ ہے کہ مسیح موعود کی بعثت ایسے وقت میں ہوگی کہ جب دین بظاہر مردہ ہو چکا ہوگا اور غیر قوموں پر اس کا رعب بالکل مٹ چکا ہوگا اور خود مسلمانوں میں بھی شریعت پر عمل کرنا عملاً ختم ہو چکا ہوگا۔ گویا نہ تو بیرونی قوموں کے مقابلہ پر اسلام کی کوئی حیثیت باقی رہ جائے گی اور نہ خود مسلمان ہی اسلام پر قائم رہیں گے۔ اور اس دوہری خارجی اور اندرونی مصیبت کی وجہ سے مسلمانوں پر ایک بھاری ابتلاء آئے گا۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ ہمارا یہ مسیح جب دنیا میں آئے گا تو اس کے ذریعہ آہستہ آہستہ پھر مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوگی اور اسلام ایسی ترقی کرنی شروع کرے گا کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت کو پھر دوبارہ حاصل کر لے گا اور مسلمانوں کی اندرونی حالت بھی سُدھر جائے گی۔

سو انصار اللہ کے قیام کا دوسرا مقصد یہ ہونا چاہیئے (اور درحقیقت یہ بھی پہلے مقصد ہی کی شاخ ہے) کہ وہ تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی شان و شوکت کو بڑھائیں۔ اور تربیت کے ذریعہ مسلمانوں کو پھر اس اعلیٰ مقام پر قائم کر دیں جس پر وہ قرونِ اولیٰ میں قائم ہوئے تھے۔ اس کے بغیر وہ کبھی بھی حقیقی معنوں میں انصار اللہ نہیں سمجھے جا سکتے۔

انصار اللہ کے نام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ بھی ایک خاص تعلق ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ حضرت مسیح موعود حضرت مسیح ناصری کے مثیل ہیں اور اسی رنگ میں جمالی طریق پر اسلام کی خدمت کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ اس لئے مسیح ناصری کے حواریوں کی طرح آپ کی جماعت کو انصار اللہ کے لفظ سے مخصوص نسبت ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدائی کام میں اپنی مدد کے لئے لوگوں کو بلایا تو اس وقت آپ نے یہ الفاظ استعمال کئے تھے کہ من انصاری الی اللہ یعنی "خدا کے کام میں میرا مددگار کون بنتا ہے؟" جس پر حواریوں نے جواب دیا تھا کہ نحن انصار اللہ یعنی "ہم انصار اللہ" ہیں۔ چونکہ آپ لوگ ایک طرح سے مسیح محمدی کے حواریوں کے زمرہ میں داخل ہیں۔ اس لئے آپ کے لئے حواریوں کے جواب کے مطابق انصار اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ سب کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ خدا کا مددگار بننا کوئی آسان کام نہیں۔

اب میں بعض تفصیلی باتوں کی طرف آتا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے دوری کی وجہ سے لازماً جماعت میں بعض کمزوریوں کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور نسلی احمدی بڑھ رہے ہیں۔ ان کا بڑھنا ہمارے لئے یقیناً بڑی خوشی کا موجب ہے۔ مگر ساتھ ہی ہم پر یہ بھاری ذمہ داری بھی

خاطر ہوتی ہے کہ ان کی تربیت کا خاص خیال رکھیں اور اس بات کی نگرانی رکھیں کہ وہ بعد میں آنے کے باوجود اسلام اور احمدیت کی روح پر قائم رہیں یہ کام سب سے اول نمبر پر والدین کا ہے کہ وہ بچوں کی صحیح طریق پر تربیت کریں اور ان کے دلوں میں دین کی محبت پیدا کریں اور اعلیٰ اخلاق سکھلائیں دوسرے نمبر پر یہ کام احمدیہ درسگاہوں کے اساتذہ کا ہے جو اپنے اپنے مدارس میں بچوں کے لئے والدین کے قائمقام ہوتے ہیں۔ اور تیسرے نمبر پہ یہ کام مرکزی نگرانی کے ماتحت مقامی عہدیداروں کا ہے کہ وہ اپنے علاقہ کے احمدیوں اور خصوصاً نوجوان احمدیوں پر اس طرح نگاہ رکھیں جس طرح کہ ایک ہوشیار گڈریا اپنی بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور کوئی فرد ان کی نظر سے باہر نہ رہے۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں بلکہ بڑی بھاری ذمہ داری کا کام ہے۔ کیونکہ یہی بظاہری اسباب کے لحاظ سے جماعت کی آئندہ ترقی اور اگلی نسلوں کی حفاظت کا دار و مدار ہے۔ تمام احمدی بلا استثناء ایسے ہونے چاہئیں کہ جن میں یہ تین باتیں لازماً پائی جائیں۔ اول نمازوں کی پابندی اور ملفوظات کی پابندی اور نمازیں بھی ایسی جو دعاؤں سے معمور ہوں اور صرف کھوکھلی ہڈی کی طرح نہ ہوں جو گودے سے خالی ہوتی ہے۔ دوسرے خلافت اور مرکز سے مخلصانہ وابستگی جو گویا ہمارے لئے وہ دست گھونٹا ہے جس کے ساتھ باندھے جانے کے بعد ہم ادھر اُدھر بھٹکنے سے بچ سکتے ہیں اور تیسرے جماعتی کاموں میں دلچسپی اور ضروری جماعتی چندوں میں حصہ لینا۔ جو شخص احمدی کہلاتا ہے اور نمازوں اور دعاؤں میں سُست ہے احمدی کہلاتا ہے اور اُسے خلافت اور مرکز کے ساتھ کوئی وابستگی نہیں احمدی کہلاتا ہے اور خدائی سلسلہ کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا اور نہ اُن کاموں کو چلانے کے لئے کوئی مالی قربانی کرتا ہے وہ ہرگز ہرگز سچا احمدی نہیں سمجھا جا سکتا۔ میری یہ بات لکھ لو کہ ایسے شخص کا نام آسمان پر کبھی بھی مخلص احمدیوں کی فہرست میں درج نہیں ہوگا۔

پس اے انصار اللہ میری اس نصیحت کو غور سے سنو اور صبر کے ساتھ اس پر قائم رہو کہ ان تین نیکیوں کے بغیر کوئی بھی احمدیت نہیں۔ یعنی نمازوں کی پابندی اور خلافت اور مرکز کے ساتھ مخلصانہ وابستگی اور جماعتی کاموں میں دلچسپی اور ان کو چلانے کے لئے ضروری چندوں میں حصہ لینا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اخلاص پر قائم ہوتے ہوئے یہ تین نیکیاں اپنے اندر پیدا کرنے تو اللہ تعالیٰ اس کی بہت سی دوسری کمزوریوں کو معاف فرما دے گا۔

پھر بیرونی جماعتوں کے بعض حصوں سے پتہ لگتا ہے کہ بعض جگہ مقامی جماعتوں میں اتحاد اور اتفاق کی کمی ہے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا کر کے انشقاق کا بیج بو دیا جاتا ہے بار بار لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ مومنوں کو بُنیان مرصوص ہو کر رہنا چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حدیث میں بڑے غصے کے ساتھ فرماتے ہیں کہ:-

مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ

"یعنی جو شخص جماعت سے الگ ہوتا ہے اور جماعت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانا آگ میں جانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔"

خدا رحم کرے ہمارے کئی بھائیوں نے ایک چھوٹے چھوٹے اختلافوں کی وجہ سے آگ میں ٹھکانا پانے کے لئے تیاری کر رکھی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے خیال میں تم پر کوئی ظلم کیا جائے اور تمہارے ساتھ بے انصافی کا طریق برتا جائے اور تمہارا حق مارا جائے تو پھر بھی تم جماعت کے اتحاد کو ہرگز نہ توڑو۔ اور بالآخر صبر سے کام لو اور یا دمہ دار لوگوں کے سامنے اپنا معاملہ پیش کر کے فیصلہ کرا لو اور پھر جو فیصلہ بھی ہو اُسے شرح صدر کے ساتھ قبول کرو۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ تمام انصار اللہ جو اس وقت ربوہ کے مقدس مقام میں جمع ہیں وہ یہاں سے عہد کر کے اُٹھیں گے کہ آئندہ جماعت میں اتحاد اور اتفاق کے طریق پر قائم رہتے ہوئے تفرقہ کے رستے سے اس طرح بچیں گے گویا وہ ایک زہریلا سانپ ہے جس کے ڈسے کا کوئی علاج نہیں۔

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ گذشتہ ایام میں شیخوپورہ کے مقام پر جماعت کے عہدیداروں کا ایک تربیتی اجتماع ہوا تھا جو بہت کامیاب رہا۔ یہ ایک نیا خیال تھا اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان دوستوں کو جزائے خیر دے جن کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اور دوسرے دوستوں کو بھی توفیق دے کہ وہ گاہے گاہے اپنے علاقہ میں ایسے اجتماع منعقد کر کے جماعت کے عہدیداروں میں کام کی نئی زندگی اور چستی اور بیداری پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ مومنوں کا آپس میں مل کر بیٹھنا اور تبادلہ خیالات کرنا اور جماعتی ترقی کے لئے مفید تجاویز سوچنا بڑا بابرکت کام ہے اور اسے جتنا بھی وسیع کیا جائے کم ہے۔

میں انصار اللہ کی خدمت میں یہ تحریک بھی کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں سے جو دوست علمی مذاق رکھتے ہوں یا علمی مذاق پیدا کر سکیں۔ انہیں ضرور اسلام اور احمدیت کی تائید میں تحقیقی اور علمی مضامین لکھ کر جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب کمانا چاہیئے۔ کچھ عرصہ ہوا میں نے الفضل میں اس کے متعلق ایک مفصل مضمون لکھا تھا۔ اور دوستوں کو تحریک کی تھی کہ وہ اس طرف توجہ دیں جس پر بعض نے تو کسی حد تک توجہ دی ہے۔ مگر اکثر دوستوں نے توجہ نہیں دی۔ ہمارے دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے سلطان القلم کے غیر معمولی لقب سے نوازا ہے۔ اس میں یہی اشارہ ہے کہ آپ کے متبعین کو بھی قلمی جہاد کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے ایمان و اخلاص کے ساتھ تحریر و تقریر میں ملکہ عطا کیا ہو اور اُسے اس میدان میں اپنی برکت سے نوازا ہو وہ اس زمانہ خدمتِ دین کے لحاظ سے گویا ایک کامل مجاہد بن جاتا ہے۔ اُس کی زبان میں غیر معمولی تاثیر ہوتی ہے۔ اور اس کا قلم جادو کا اثر دکھاتا ہے۔ پس اگر آپ لوگ تحریر و تقریر میں ملکہ پیدا کر سکیں اس میدان خدمت کے لئے نکلیں تو آپ کے لئے بہت بڑے ثواب کا موقعہ ہے۔ جس انسان میں یہ جوہر موجود ہے۔ مگر وہ اسے استعمال نہیں کرتا وہ یقیناً بڑے گھاٹے کے سودے میں ہے۔ اس کام کے کرنے کا بہترین طریق یہ ہوگا کہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق مرکزی مجلس انصار اللہ کی طرف سے گاہے گاہے ایسے مضامین کا اعلان کیا جاتا رہے جن پر تحقیقی مقالے لکھنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو ان کتب وغیرہ کا بھی ذکر کر دیا جائے جن سے متعلقہ مضمون کی تیاری میں مدد مل سکتی ہو اس طرح لکھنے والوں کے دل میں مزید تحریک پیدا ہوگی۔ اور وہ بہتر تیاری کر سکیں گے

اس موقعہ پر ایک خاص بات جس کی طرف میں مرکزی مجلس انصار اللہ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ انہیں فی الحال ربوہ اور لاہور اور کراچی میں سالانہ سیمینار یعنی مجالس مذاکرہ جاری کرنے کے انتظام پر غور کرنا چاہیئے۔ یہ تینوں مقامات ایسے ہیں جہاں ایسی مجالس مذاکرہ کا انتظام بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے اور ان جگہوں میں انتظام کرنے والے مناسب دوست بھی آسانی سے مل سکتے ہیں۔ فی الحال سال میں ہر جگہ ایک مجلس مذاکرہ کا قیام کافی ہوگا جسے بعد میں حسب حالات بڑھایا جا سکتا ہے۔ کوئی قرآنی موضوع یا ارض قرآن کا جغرافیہ یا اقوام مذکورہ قرآن یا اسلام کی تاریخ یا تعلیم یا اسلامی فقہ و حدیث یا جدید پیدا شدہ تقاضوں سے تعلق رکھنے والا کوئی مضمون منتخب کر کے مقرر کر لیا جائے۔ اور اُس پر علمی مذاق رکھنے والے لوگوں کو دعوت دے کر دوستانہ تبادلہ خیالات کیا جائے۔ ایک یا دو اصحاب مقالہ پڑھیں اور اس پر دوستانہ رنگ میں گفتگو ہو تاکہ صحیح نتائج پر پہنچا جا سکے اور معلومات میں اضافے کے ذریعہ دماغوں میں روشنی پیدا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی مجالس مذاکرہ انشاء اللہ ہر لحاظ سے مفید اور بابرکت ثابت ہوں گی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا رستہ کھلے گا کہ میری جماعت کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ سب دوسری قوموں کا منہ بند کر دیں گے۔

ایک اور بات میں اپنے بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ انصار اللہ کو اپنے ممبروں میں ایسا کیریکٹر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے دینی لحاظ سے وہ اسلام اور احمدیت کا اعلیٰ نمونہ ہوں اور نہ صرف ان کے اعمال سے اسلام نظر آئے بلکہ ان کے ماتھوں پر بھی گویا اسلام کا لفظ لکھا ہوا دکھائی دینا چاہیئے۔ ان کے ہاتھوں سے تمام دوسرے لوگوں کی عزتیں اور مال محفوظ رہیں۔ اُن کی زبانوں سے محبت اور اخلاص کا شہد ٹپکے اور اُن کے کاروبار میں دیانتداری کا پہلو اتنا نمایاں نظر آئے کہ وہ دیانت و امانت کا مجسمہ سمجھے جائیں۔ اور جب اُن کی طرف کوئی بات منسوب کر کے بیان کی جائے تو دوست و دشمن یقین کریں کہ یہ بات بہرحال سچی ہوگی۔ الغرض دیانتداری اور راست گفتاری اور خوش خلقی ہر احمدی کا طرۂ امتیاز ہونا چاہیئے۔

ایک آخری خلق جس پر میں اس وقت انصار اللہ کے لئے خاص زور دینا چاہتا ہوں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ:-

مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ ۔

"یعنی جو شخص کسی ناپسندیدہ یا خلاف اخلاق یا خلاف شریعت بات کو دیکھے تو اُسے چاہیئے کہ اس بات کو اپنے ہاتھ سے بدل دے لیکن اگر ایسا کرنے کی اسے طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کے متعلق اصلاح کی کوشش کرے اور اگر اسے یہ طاقت بھی حاصل نہ ہو تو کم از کم اُسے بُرا سمجھ کر اپنے دل میں ہی دعا کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کرے۔"

اگر ہمارے تمام انصار بھائی اس حدیث کو اپنا شعار بنا لیں تو ان کے ماحول میں عظیم الشان تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔ اور بدی کبھی جڑ نہیں پکڑ سکتی۔ اور نہ ہی نوجوانوں کے اخلاق خراب ہو سکتے ہیں۔ بدی کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا اور بے حس و حرکت رہ کر خاموش رہنا قوموں کی تباہی کا موجب ہوتا ہے۔

بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک

جانک ارشاد پر اپنے اس خطاب کو ختم کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں۔ دوست غور سے سنیں:-

"یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ ..... جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے..... جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے..... اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ....

یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے"۔

بس میں اس مختصر نوٹ پر اپنے اس خطاب کو ختم کرتا ہوں اور پھر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کے اس اجتماع کو ہر جہت سے مبارک و بااثمر ثمرات حسنہ کرے اور ہمیشہ آپ کو اسلام اور احمدیت کا سچا خادم بنائے اور بعد انجام خدا کی رضا میں ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

خاکسار مرزا بشیر احمد۔ ربوہ

۲۴ر اکتوبر ۱۹۶۱ء

(بشکریہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

تقرر عہدیداران جماعتہائے احمدیہ ہندوستان

۱۔ مکرم مولوی عبدالستار صاحب ایم اے کٹکی پراونشل امیر جماعتہائے احمدیہ اڑیسہ کی رخصت ۲ ماہ پر سید فضل الرحمٰن صاحب سابق نائب پراونشل امیر اڑیسہ کو قائمقام پراونشل امیر جماعتہائے اڑیسہ لگائے جانے کی صدر انجمن احمدیہ قادیان نے منظوری عطا فرمائی ہے۔

۲۔ مکرم سی۔ ایچ عبدالقادر صاحب کو سیکرٹری تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ بینگاڈی (کیرالا) مقرر کیا گیا ہے۔

۳۔ مکرم منشی محمود خان صاحب۔ صدر جماعت ابرکرٹ ڈھینکانال اڑیسہ

مشتاق علی صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت۔ مکرم محی الدین خان صاحب سیکرٹری مال۔

عبادت خان صاحب سیکرٹری تبلیغ و امام الصلوٰۃ

ناظر اعلیٰ قادیان

نبیوں اور رشیوں کی شان

از محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل ربوہ

ہر قوم میں ہمیشہ نیک اور پاک لوگ بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک محبت کا شعلہ ہر دل میں موجزن کیا ہے۔ اور ہر روح کے اندر اپنی محبت کی لگن لگا دی ہے۔ ہادیان مذاہب انسانی فطرت کو اجاگر کرنے کے لئے آتے ہیں اور ان کی بعثت سے نیک اور پاک انسانوں کی روحوں میں غیر معمولی تموج پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا انہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ آنے والے نبی اور ظاہر ہونے والے رشی میں خدا کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ ان کے ذریعہ خدا کا پریم بھرا پیغام ان کے کانوں تک پہنچ رہا ہے۔ خدا کی محبت کا ہاتھ ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایک رنگ میں نیک لوگوں کا یہ تصور درست ہوتا ہے۔ وہ اپنے وقت میں ان نبیوں کو خدا یا خدا کے بیٹے نہیں جانتے مگر نبیوں کی پاک زندگی، ان کا محبت بھرا سلوک اور ان کی بے مثل ہمدردی خلق ان کے نام لیواؤں کے لئے غیر معمولی کشش اور وارفتگی کا موجب بنتی ہے جس طرح جسمانی بارش برسنے پر زندہ زمین میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اس پر روئیدگی اگ آتی ہے۔ ڈالیوں میں سبز سبز شاخیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ جو پتوں، پھولوں اور پھلوں سے لد جاتی ہیں۔ یہ سارا انقلاب اور یہ تمام تبدیلی بارش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی طرح جب روحانی بارش کا نزول ہوتا ہے۔ اور خدا کا کوئی نبی اور رسول ظاہر ہوتا ہے تو پاک دل انسانوں کے لئے موسم بہار کا آغاز ہو جاتا ہے اور قلوب میں ایک پاک اور اعلیٰ تبدیلی کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ گویا انبیاء کے آنے سے نئی زمین اور نیا آسمان بن جاتا ہے۔ اور یہی روحانی معاشرہ ہے جسے قائم کرنا نبیوں کی بعثت کا مدعا ہوتا ہے۔

غرض نبی اور رشی ایک محبت کا پیغام لے کر آتے ہیں۔ اور پریم کی بانسری بجا کر اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے برے اعمال کے باعث اپنے دلوں کو گندہ کر لیتے ہیں۔ اور وہ آسمانی محبت اور روحانی پریم کی چنگاری کو بجھا دیتے ہیں۔ ان کے لئے نبیوں کی آمد دوبھر معلوم ہوتی ہے وہ ان کی آواز سے غیر مانوس ہوتے ہیں۔ بلکہ جس طرح بیمار آدمی کو اچھی سے اچھی غذا بھی بری معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اسی طرح رشیوں اور پیغامبروں کے وقت برے لوگ اس آسمانی مائدہ سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ جو اس روحانی نعمت سے حصہ لیتے ہیں۔ بعض معاندین کا رویہ تو یہاں تک خراب ہوتا ہے۔ کہ وہ اس آسمانی پیغام کے شدید مخالف بن کر اسے مٹانے پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ اور دن رات اس کے نیست و نابود کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ یہ کشمکش کچھ عرصہ جاری رہتی ہے۔ آخر کار وہ لوگ خدا کی محبت کے پودے کو عام انسانی قلوب میں بھی سرسبز و شاداب کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جنہوں نے اپنا سب کچھ اس مشن کے لئے تیاگ دیا ہوتا ہے اور جو ازلی محبوب کے نام پر ہر قربانی کو سعادت سمجھتے ہیں۔

عزیزو! اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے ایک برگزیدہ انسان پر تجلی فرما کر اس کے دل کو اپنی محبت کا مہبط بنایا ہے۔ اور وہ اپنے محبوب کے بندوں کو مشرق و مغرب سے آواز دے کر پکار رہا ہے کہ

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

آج بھی پرانے رشیوں کے زمانہ کو دہرایا جا رہا ہے۔ مبارک ہیں وے جو ایشور کے پریم میں نورانی بن کر دنیا کے لئے شمع کی مانند پگھل رہے ہیں اور لوگوں کو منور کر رہے ہیں

خاکسار ابوالعطاء جالندھری

درخواست دعا

خاکسار کو خدا تعالیٰ نے مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۶۱ء کی درمیانی شب کو تیسری بچی عطا فرمائی ہے۔ احباب جماعت و درویشان اس کی درازیٔ عمر نیک و صالحہ ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار خواجہ عبدالستار درویش قادیان

خدمتِ قرآن — اور — جماعت احمدیہ

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند ٭ زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

(المسیح الموعود)

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

— (۱) —

صحف سابقہ میں یہ خبر دی گئی تھی کہ آخری دور میں بنی اسماعیل میں ایک عظیم الشان نبی برپا ہوگا۔ جو مثیل موسیٰ ہوگا اور جس کو نسل انسانی کے لئے ایک کامل شریعت دی جائے گی۔ چنانچہ اس ضمن میں صرف بائیبل میں سے دو تین کی پیشگوئیاں درج ذیل کی جاتی ہیں۔ ورنہ دیگر صحیفوں میں بھی اس سے ملتی جلتی پیشگوئی موجود ہے۔ اور اس قسم کا بیان مذاہب میں کم و بیش پایا جاتا ہے

(الف) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت یہ خبر دی گئی

"اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا۔" (استثناء $\frac{18}{18-17}$)

"اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا۔ شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی۔" (استثناء $\frac{33}{2\text{ و }1}$)

(ب) حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ

"مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔" (یوحنا $\frac{16}{14-12}$)

— (۲) —

توریت و انجیل کی متذکرہ پیشگوئیوں کے مطابق ملک عرب میں بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں "رسول حق" یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے

(الف) الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل (اعراف ع ۱۹)

(ب) انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا (المزمل ع ۱)

یعنی نبی عربی صلعم وہ نبی ہیں جن کے ظہور کے بارہ میں توریت اور انجیل میں خبر موجود ہے۔ اور یہ رسول تم پر ایسا نگران ہے جس طرح وہ رسول (حضرت موسیٰ علیہ السلام) جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا

نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شریعت دی گئی۔ وہ بھی کامل عالمگیر اور دائمی شریعت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

(۱) الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ ع ۱)

(۲) ان ھو الا ذکر للعالمین (التکویر)

(۳) انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (الحجر ع ۱)

(۴) فیھا کتب قیمۃ (البینۃ)

کہ ہم نے دین اسلام کو ایک مکمل دین بنایا ہے اور اس طرح اپنی نعمت کو بھی کامل کر دیا ہے۔ یہ قرآن مجید تمام نسل انسانی کے لئے ذکر و نصیحت ہے۔ چونکہ ہم نے اس کلام پاک کو نازل کیا ہے۔ اس لئے اب ہم ہی اس کے محافظ و نگران ہوں گے۔ اس قرآن میں جملہ آسمانی شریعتوں کی قائم رہنے والی صداقتیں اور دائمی تعلیمات جمع کر دی گئی ہیں۔ اب یہ تعلیمات قائم ہی رہیں گی اور ان میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوگا۔

— (۳) —

قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا۔ تو اس کی لفظی حفاظت کا یہ انتظام فرمایا۔ کہ اس کے حفظ کا شوق و ولولہ قلوب انسانی میں پیدا کر دیا۔ ابتدائے نزول قرآن کے وقت سے لے کر اب تک کروڑ ہا انسانوں نے اسکو زبانی یاد کر کے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا۔ اور یہ سلسلہ حفظ ان شاء اللہ تاقیامت تک جاری رہے گا۔ سابقہ صحیفوں کی دائمی حفاظت کا خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی وعدہ نہ تھا۔ وہ صحیفے مخصوص قوموں اور مخصوص زمانے تک کے لئے تھے۔ اس لئے وہ اپنا مقصد پورا کر لینے کے بعد مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ تحریف و تبدیل کا شکار ہو گئے۔ مگر چونکہ قرآن مجید ایک دائمی اور ابدی شریعت ہے۔ اور اس کی تعلیمات سب زمانوں کے لئے اور عالمگیر ہیں۔ اس لئے اس کی حفاظت کا خدا تعالیٰ نے خاص طور پر وعدہ فرمایا۔ اب یہ آسمانی صحیفہ ہر قسم کی انسانی دست برد اور تحریف و تبدیلی سے محفوظ رہے گا اور محفوظ ہے چنانچہ

(الف) اسلام کے شدید معاند سر ولیم میور بھی اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر ایک قسم کی ضمانت موجود ہے اندرونی شہادت کی اور بیرونی شہادت کی بھی کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے وہی ہے جو خود محمد (صلعم) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔" (لائف آف محمد)

(ب) اسی طرح انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں زیر لفظ "قرآن" نولڈکے کا یہ اعتراف موجود ہے۔ کہ

"یورپین علماء کی یہ کوششیں کہ وہ ثابت کریں کہ قرآن میں بعد کے زمانہ میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی ہے بالکل ناکام ثابت ہوئی ہیں"

اس صحیفہ آسمانی یعنی قرآن مجید کی معنوی حفاظت کے لئے سلسلہ مجددین کے اجراء کا وعدہ فرمایا گیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔" (ابو داؤد جلد ۲)

کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرمایا کرے گا۔ جو دین اسلام کی تجدید کرتا رہے گا۔ اور علوم قرآنیہ کی اشاعت کر کے اسلام کے روشن چہرہ کو دنیا کے سامنے پیش کرتا رہے گا۔ چنانچہ اس حدیث نبوی کے مطابق ہر صدی میں ایسے مجددین کرام تشریف لائے اور تجدید دین اور اشاعت علوم قرآنیہ میں مشغول و مصروف رہ کر اسلام کی صداقت وحقانیت کے موجب ہوئے۔

— (۴) —

احادیث میں ایک پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ اسلام کی ترقی و شوکت کے بعد مسلمانوں پر ایک تنزل و ادبار کا زمانہ آئے گا۔ اور مسلمانوں کی عملی حالت نہایت خراب و خستہ ہو جائے گی۔ اور قرآنی علوم بھی اُٹھ جائیں گے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ۔ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی علماءھم شر من تحت ادیم السماء (مشکوٰۃ کتاب العلم)

کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا عملی روح مسلمانوں میں موجود نہ ہوگی۔ قرآن مجید کے الفاظ باقی رہ جائیں گے علوم روحانیہ اُٹھ جائیں گے۔ مساجد خوبصورت اور عالیشان بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایت و روحانیت سے خالی ہوں گی۔ علماء جن سے اصلاح امت کی توقع کی جا سکتی ہوگی۔ وہ خود بدترین خلائق بن چکے ہوں گے۔ فتنہ انگیزی اور فتنہ پروری اُن کا محبوب مشغلہ ہوگا

مگر اس انذار کے ساتھ ساتھ ہی حضرت رسول مقبول صلعم نے حضرت سلمان فارسیؓ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر یہ بشارت بھی سنائی کہ

"لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاء" (بخاری کتاب التفسیر)

کہ اگر اس زمانہ میں ایمان ثریا پر بھی پہنچ گیا ہوگا تو ایک فارسی الاصل انسان ایمان و قرآن کو دوبارہ واپس لا کر تجدید دین کی بنیاد رکھے گا۔ قرآنی علوم کی پھر ترویج و اشاعت ہوگی۔ اور اسلام کا خوبصورت چہرہ پھر چمک اُٹھے گا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی ہجری کا مجدد اعظم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مہدی و مسیح بنا کر مبعوث فرمایا۔ تا کہ آپ دین اسلام کا غلبہ دیگر ادیان پر ثابت کریں۔ آپ کی بعثت سے قبل بعض علماء نے بعض آیات الٰہیہ کے مفہوم و مراد کو نہ جاننے کی وجہ سے انہیں دیگر آیات کے متضاد قرار دیا اور بعض آیات کو اس طرح منسوخ قرار دیا مگر درست اہل علم نے متشابہ آیات کی تطبیق بیان کر کے اول الذکر علماء کی غلطی واضح کر دی تھی۔ گو یہ جزوی نسخ کا خیال بھی سراسر غلط اور خلاف نصوص قرآن مجید تھا۔ بابی اور بہائی تحریک نے تو حد ہی کر دی۔ جیسا کہ شریعت اسلامیہ کو منسوخ قرار دے کر اس کی جگہ "البیان" اور "کتاب اقدس" کو شریعت قرار دیا۔ ایسے خطرناک وقت میں

نازل فرما کر انسان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے مستذکرہ بالا دونوں وساوس کی تردید کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ

(۱) "خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے خلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔" (چشمہ معرفت ص ۳۲۱)

(۲) "قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا ہے۔" (چشمہ معرفت ص ۹۳)

(۳) "اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کا تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۱۳۸-۱۳۹)

(۴) اپنی جماعت کو حضور علیہ السلام نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

(۵) "قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔" (کشتی نوح ص ۱۳)

نیز فرمایا

"خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا الخیر کلہ فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے...... تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔" (کشتی نوح ص ۲۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی بعثت کا مقصد کس قدر شاندار انداز میں بیان فرماتے ہیں:-

"میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جس کو ملک ہندوستان اور آسمانی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کرائے...... خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ میں اس بات کا ثبوت دوں۔ کہ زندہ کتاب قرآن ہے۔ اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"

(لیکچر زندہ رسول)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ساری عمر اسی مقدس مشن کے حصول میں گزر گئی۔ آپ کی اسّی کتب اور دوسرا شاندار لٹریچر اس امر پر شاہد ناطق ہے۔ آپ نے اسلام کی زندگی اور شریعت اسلامیہ قرآن مجید کی حقانیت اور افضلیت کو براہین ساطعہ اور دلائل قاطعہ سے اس رنگ میں ثابت کیا۔ کہ کسی مخالف کو آپ کے مقابل دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ قرآن مجید کے وہ حقائق و معارف بیان فرمائے کہ دنیا حیران و ششدر رہ گئی اور مخالفین قرآن کو بھی عظمت قرآن کا اقرار کرنا پڑا۔

بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کے اندر اشاعت قرآن مجید کا بے پناہ جذبہ تھا۔ اس جذبہ کا اظہار حضور کے مندرجہ ذیل کلام سے ہوتا ہے۔ فرمایا ؎

دردا کہ حسن صورت فرقاں نہاں نماند
آں نو دلبراں اگرچہ ز شمار ناں نماند
صد بار رقص ہا کنم از خستگی اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند
یارب چہ برمن عجم فرقاں مفقد خواست
یا خود وہ دریں زمانہ کہ راز داں نماند
لے بے خبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

علوم قرآنیہ کی اشاعت کے اسی جذبہ سے سرشار ہو کر آپ کی جماعت نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ قرآن مجید کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے دنیا میں پھیلا دیں گے چنانچہ باوجود قلت تعداد۔ محدود وسائل اور ناموافق حالات کے مختلف ممالک میں تبلیغی مشن قائم کئے۔ مبلغین بھجوائے۔ اور دنیا کی چودہ زبانوں میں جماعت احمدیہ قرآن مجید کے تراجم مکمل کروا چکی ہے۔ ان میں سے انگریزی۔ ڈچ۔ جرمن۔ سواحیلی اور گورمکھی زبانوں کے تراجم شائع ہو چکے ہیں اور اہل علم سے سند قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اور باقی زبانوں کے تراجم بھی انشاء اللہ عنقریب مساعد حالات پیدا ہونے پر منصۂ اشاعت میں آجائیں گے۔

ان تمام تبصروں میں سے جو مختلف مستشرقین۔ مفکرین اور اخبارات نے جماعت احمدیہ کے شائع شدہ تراجم قرآن مجید پر کئے ہیں۔ صرف چند درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ جن سے جماعت احمدیہ کی قابل قدر مساعی جمیلہ کا علم ہوتا ہے۔

۱- پروفیسر ایچ آر گب نے انگریزی ترجمہ قرآن پاک پڑھ کر کہا کہ

"یقیناً قرآنی تعلیمات کو جامعیت کے ساتھ پیش کرنے کا یہ انداز جدت کا حامل اور ہر طرح قابل تحسین ہے۔ اگر انجمن اقوام متحدہ اس میں بیان کردہ اصول پر عمل پیرا ہو سکے۔ تو یقیناً کسی حد تک اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکتی ہے۔"

۲- مسٹر رچرڈ بیل لکھتے ہیں کہ

"قرآنی تعلیمات کو ایسی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مناسب حال ہے۔ یہ امر روحانی زندگی اور تبلیغی جدوجہد کا آئینہ دار ہے۔ اور مجموعی لحاظ سے روشن خیالی اور ترقی پسندی پر دلالت کرتا ہے۔"

—— (۲) ——

جماعت احمدیہ کی خدمت قرآن کا اعتراف

حال ہی میں مدیر "صدق جدید" لکھنؤ نے "قابل رشک امتیاز" کے زیر عنوان تحریر فرمایا ہے۔

"انسائیکلو پیڈیا امریکانا میں مستشرق جرجی کے قلم سے ہے۔

ہندوستان کی تحریک احمدیت جس کے مرکز قادیان اور لاہور ہیں قرآن کو روئے زمین کے انتہائی سروں تک پہنچا رہی ہے یورپ افریقہ اور دونوں امریکاؤں میں اس کے مبلغوں نے قرآن کی ایسی تعبیریں پیش کر دی ہیں جو متمدن قوموں کی توجہ جذب کرنے والی ہیں۔"

(انسائیکلو پیڈیا امریکانا جلد ۱۹ ص ۱۵۵)

کتنی زیادہ خوشی ہوتی۔ اگر خدمت قرآنی کا یہ قابل رشک امتیاز ہماری اپنی کسی جماعت ندوہ۔ دیوبند وغیرہ کے حصہ میں آیا ہوتا۔"

(صدق جدید لکھنؤ ۹ دسمبر ۱۹۶۱ء ص ۲)

جماعت احمدیہ کے سامنے خدمت اسلام کا ایک شاندار پروگرام ہے جس کے حصول کے لئے وہ دن رات رواں دواں ہے۔ اور وہ ہر لحظہ اپنے نصب العین کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس لئے خدمت قرآن کا یہ قابل رشک امتیاز ہی جماعت احمدیہ کی صداقت کی روشن دلیل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجی فرقہ کی علامت "ما انا علیہ و اصحابی" قرار دی تھی۔ آنحضرت اور آپ کے صحابہ کرام کا کام تبلیغ اسلام اور خدمت قرآن تھا اور یہی کام اس زمانہ میں مامور ربانی حضرت احمد قادیانی علیہ السلام کی جماعت کر رہی ہے۔ اے کاش ہمارے نادان مخالف ان حقائق کو پیش نظر رکھ کر صداقت کے قبول کرنے کی سعادت حاصل کریں ؎

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

خواتین کا جلسہ

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

خواتین جماعت جلسے میں جب جمع ہوتی ہیں
تو وہ اصلاح کے ارشاد کے موتی پروتی ہیں
خدا رکھے چمک ان کی کرے روشن زمانے کو
غلط ذہن کے جو دل پر داغ ہیں خوش ہو کے دھوتی ہیں
جو اپنی ہمت عالی سے تارے توڑ لاتی ہیں
چڑھا کر پینگ الفت کی در مولیٰ کو چھوتی ہیں
بڑی سنجیدگی سے کام کرنے سے ملے مقصد
مگر لہو و لعب میں جو تنہیں آخر وہ روتی ہیں
وہی کرتی ہیں حاصل بالیقیں مقصد مرادوں کا
سویرے اُٹھ کے محنت سے جو دودھ اپنا بلوتی ہیں
دعائیں کرتا ہے اکمل کہ لجنہ کی ترقی ہو
وہ جاگیں نصرت کی ماتی جو غافل ہو کے سوتی ہیں

بے مثال کردار کا مالک — محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ٭ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

از مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ

کسی شخص کی ہستی کی عظمت کا صحیح اندازہ اُس کی سیرت سے ہی کیا جا سکتا ہے دوست تو ہر ایک کی تعریف ہی کرتے ہیں جیسے کہ دشمن مذمت۔ آیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھی اسی اصول پر پرکھ کر دیکھیں۔ دنیا میں ایسے انسان ہوتے ہیں جو غربت میں بکری کی طرح حلم دکھائیں گے لیکن جونہی مسند اقتدار کی ایک جھلک اُن کو نظر آئی۔ وہ بھیڑیئے سے زیادہ خونخوار دکھائی دیں گے۔ وہ مظلوم ہونے کی حالت میں عزیزوں اور بیکسوں پر آنسو بہاتے نظر آئیں گے۔ لیکن جب گردشِ دوراں ان کے دن پھیر دے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنے تیز ناخنوں سے کمزوروں کا گوشت ان کی ہڈیوں سے نوچ رہے ہوں گے۔ تاریخ اقوام اس نوع کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن میرے آقا سردار مدینہ کی اس بارے میں سیرت ملاحظہ ہو۔ وہ جب غریب اور اکیلے تھے تو آپ نے ایک مجلس کی تشکیل کی جس کا اصل الاصول یہ تھا کہ کمزوروں کو اُن کے حقوق دلائیں گے اور ظالم کو ظلم سے روکیں گے۔ ایک دن عرب کا ایک غریب، دیانتدار شخص اُن کے اس شہرہ کو سن کر پاس آیا اور عرض کی کہ مکہ کے رئیس ابوجہل نے مجھ سے قرض لیا تھا لیکن اب واپس نہیں کرتا چلیے میرا قرض اس سے دلا دیں۔ آپؐ بغیر کسی توقف کے اُس کے ساتھ ہو لئے۔ اور جا کر مکہ کے اس عظیم رئیس سے اُس غریب و کمزور آدمی کا قرض واپس کروا دیا۔ آپؐ غریب تھے لیکن آپ کی دیانت کا تمام بستی میں شہرہ تھا۔ لوگوں نے آپ کو صادق یعنی راستباز اور امین یعنی امانت دار کا لقب دیا ہوا تھا۔

وہ مکہ کی گلیوں میں اس لئے ستائے جاتے تھے کہ وہ خدا کا نام کیوں لیتے ہیں ایک دن آپؐ خانہ کعبہ کے سایہ میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ اپنی جبین نیاز اپنے مولا و آقا کے سامنے زمین پر رکھے ہوئے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط کو شرارت سوجھی اور جا کر ایک اونٹنی کی بچہ دانی لے آیا۔ اور آپؐ کے اوپر یہ تمام گند اور بوجھ ڈال دیا۔ ایک دن ظالم ابوجہل نے آپؐ کے سر پر پتھر بھی رسید کیا۔ دشمنی آپؐ کی اور آپ کے خاندان کی انصار کے ذریعہ ہجو کرتا۔ وہ آپؐ کے متبعین کو گرم ریت پر لٹا کر سینہ پر پتھر رکھ کر گھسیٹتا اور خباب کی بھٹی میں سے تو کوئلے نکال کر ان کے اوپر انہیں لٹا دیتے۔ الغرض کونسا ظلم تھا جو ظالموں نے نہ توڑا۔ آج بھی ان مظالم کا مطالعہ کرکے کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ اور انسانیت کی پیشانی آج بھی انفعال سے عرق آلود ہو جاتی ہے لیکن جب میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے طاقت دی۔ تو اب حلم عفت سے تبدیل ہو گیا۔ اب رحم و عفو کی جگہ ظلم نے نہیں لی۔ کمزوری کی جگہ طاقت تو آئی۔ لیکن وہ اپنے جلو میں چنگیزیت لے کر نہیں آئی۔ اُس وقت، طاقت و اقتدار نے تو رحمت کو اور بھی عام کر دیا۔ مشہوروں میں بادشاہوں کے داخلے کو آپؐ نے اگر خود نہیں دیکھا تو اُن کی تصاویر تو ضرور مشاہدہ کی ہوں گی۔ اخباروں میں اُس کی تفصیل بھی پڑھی ہوگی۔ نہ صرف یہ کہ اُس وقت اُن کی گردن تنی ہوتی ہے بلکہ اُن کے گھوڑوں کی گردنیں بھی اکڑی ہوتی ہیں۔ وہ شہروں کو تاخت و تاراج کرتے نظر آئیں گے۔ وہ اُس کی سر بفلک عمارتوں کو پیوندِ زمین کرتے نظر آئیں گے۔

لیکن جس دن خدا نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں فاتحانہ داخل فرمایا تو آپ کی گردن خدا کے احسان کے طور پر اتنی جھکی ہوئی تھی کہ سواری کی زین کو لگ رہی تھی۔ اُس نے شہر میں داخلہ کے ساتھ قتلِ عام کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اعلانِ عام کر دیا تھا کہ جو خانہ کعبہ میں آ جائے وہ بھی امن میں۔ جو ابوسفیان رئیس مکہ کے گھر میں پناہ لے وہ بھی امن میں اور جو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جائے وہ بھی امن میں اور جو اپنے گھر کے کواڑ بند کر لے وہ بھی امن میں۔ اور میں تو سوچا کرتا ہوں کہ یہ گردن اسلئے بھی اُس دن جھک گئی تھی کہ آج دشمن میری آنکھوں سے آنکھیں ملائیں گے تو شرم محسوس کریں گے۔ اور آج محمد صلے اللہ علیہ وسلم پہلی اذیت بھی انہیں نہ دینا چاہتے تھے اور اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جب دس ہزار کا یہ لشکر مکہ میں داخلہ کے لئے بڑھ رہا تھا جو رہا تھا تو ابوسفیان ایک مسلمان کے ساتھ اونچی ٹیکری پر کھڑا ہو کر نظارہ کر رہا تھا تو انصار کے ایک دستے نے جو خوب چاق و چوبند تھا گذرتے ہوئے یہ کہا یہ کہنے والے انصار کے ایک قبیلہ کے رئیس سعد بن عبادہ تھے۔

"الیوم یوم الملحمة الیوم
نستحل الکعبة"

کہ آج جنگ کا دن ہے۔ آج
کعبہ کو حلال کیا جائے گا

ابوسفیان نے سُنا تو کہا بھئی یہ انتقام کا اچھا دن ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب گذرے تو ابوسفیان نے شکایت کی کہ حضور سعد بن عبادہ نے ایسا کہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اُس نے غلط کہا ہے بلکہ

"ھٰذا یوم یعظم اللہ
فیہ الکعبة ویوم
تکسی فیہ الکعبة"

کہ آج تو وہ دن ہے کہ کعبہ کی
حقیقی عظمت قائم کی جائے
گی۔ آج تو کعبہ کو لباس پہنایا
جائے گا۔

اور حضور سعد بن عبادہ کو معزول کر کے اُن کے بیٹے کو اُس دستہ کا چارج دے دیا کہ انہوں نے ایسا فقرہ کہا جس سے دشمن کی دل آزاری ہوتی ہے۔ یہ دشمن وہ تھا جس نے اسلام اور بانئے اسلام کے استیصال کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔

اور آج یہاں عام معافی کا اعلان کر دیا وہاں اپنی غربت اور کمزوری کو بھی نہیں بھولے چند سردار ملنے کا سپنے آئے۔ آپؐ نے اُن کے خوف کو دیکھ کر فرمایا کیوں ڈرتے ہو

"إنما انا ابن امرأة من
قریش کانت تاکل القدید"

اسے بھائی میں تو اس غریب عورت کا
بیٹا ہوں جو بوجہ غربت کے سوکھا
گوشت استعمال کیا کرتی تھی۔

اللہ اللہ شان و شوکت کے اس عدیم النظیر موقعہ پر ظالم دشمن کے سامنے اپنی کمزوری کا ذکر یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام تھا پھر آج طاقت نصیب ہوئی تو اپنے غریب اور غلام ساتھیوں بلالؓ و ابن ام مکتوم کو نہیں بھولے۔

بادشاہت نصیب ہوئی تو معیار زندگی نے جست لگانا شروع نہیں کی۔ وہ سلوک وہ تواضع موجود رہے جس کی زندگی میں ہی اُنکے قدموں میں سونے چاندی کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ وفات سے قریباً ایک سال پہلے جب آخری بار مکہ حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں تو لاکھوں عقیدت مند حاضر تھے لیکن جب فوت ہوئے ہیں تو آپ کی زرہ رہن تھی اور کاشانہ نبوت اُنہیں کوئی چھوٹی معمولی چیزوں پر مشتمل تھا۔ یہ واضح رہے کہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب جمہوریت کا زمانہ نہ تھا شہنشاہیت کا تھا۔ جب عوام کے سامنے صاحبِ اقتدار جوابدہ نہ تھا حالانکہ جب وہ زمانہ میں بھی کیا صاحبِ اقتدار گل کھلاتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کشائش کے دن دکھائے تو لخت جگر۔ نور نظر حضرت فاطمہؓ آئیں کہا حضورؐ! جھاڑو دے دے کر میرے کپڑے میلے ہو جاتے ہیں۔ پانی کا مشکیزہ اُٹھا اُٹھا کر کمر پر نشان پڑ گئے ہیں۔ چکی پیس پیس کر ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں۔ مجھے بھی ایک غلام عنایت فرما دیں تو مجھے ذرا سے سکون ملے۔ فرمایا۔ بیٹی وہ تو اُن لوگوں میں میں نے بانٹ دیئے جو اسلام میں سابقون الاولون تھے بیٹی میں تمہیں اس سے بھی اچھی بات سکھاتا ہوں سوتے وقت گیارہ دفعہ اللہ اکبر۔ گیارہ دفعہ الحمد للہ۔ گیارہ دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کر۔ یعنی ذکر الٰہی کیا کر۔ کونسا لیڈر ہے جو اقتدار کے بعد اپنے بال بچوں کو اس طرح مشقت میں نہیں بلکہ تکلیف میں رہنے دے۔ وہ لوگوں کے تو گھر بھر دے لیکن اُس کے گھر میں خاک اُڑتی رہے۔ اور بعض دفعہ رات جلانے کے لئے دیئے میں تیل بھی نہ ہو۔

وہ شاہِ یثرب گھر میں آتے تو گھر کے کام کاج میں اُن کا ہاتھ بٹاتے۔ وہ اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ مزدوروں کی طرح مٹی کھودتے۔ بھوک و پیاس برداشت کرتے اور کہیں سے کچھ میسر ہو گیا تو اکیلے نہیں کھایا۔ پہلے ساتھیوں کو کھلایا پھر خود کھایا۔ اگر آپؐ کے نواسے نے منہ میں صدقہ کی کھجور ڈالی تو منہ سے مجبور اُگلوا دی کہ آل محمدؐ کیلئے صدقہ جائز نہیں۔

دنیا کا یہ مقولہ ہے کہ انسان کی بڑائی اس کی تواضع سے معلوم ہوتی ہے۔ اسی اصل کے ماتحت آپ کی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ گھر میں تشریف لاتے ہی فرمایا کچھ کھانے کو ہے۔ عرض کیا گیا۔ اس وقت سوائے سوکھے ٹکڑوں کے کچھ نہیں فرمایا۔ اور سالن ہے عرض کیا صرف سرکہ ہے۔ سوکھے سرکہ ہی جگو جگو کھانے شروع کئے اور فرمایا نعم الادام الخل سرکہ کتنا اچھا سالن ہے۔

ابو ہریرہؓ آپ کے ایک ساتھی بھوک سے بے تاب ہیں۔ آپؐ اپنی فراست سے تاڑ جاتے ہیں۔ کہیں سے دودھ کا ایک پیالہ آ گیا۔ ابو ہریرہ کو فرمایا مسجد میں اپنے دوسرے غریب درویشوں کو بلا لاؤ اور پھر سب کو باری باری پیالہ تھما کر پلاتے ہیں۔ اور آخر میں اپنے ہاتھ میں پیالہ رکھ کر ابو ہریرہ کو پلاتے ہیں اور پھر اخیر میں آپ پیتے ہیں۔ کیا اس کی مثال کسی لیڈر میں پائی جا سکتی ہے خواہ وہ لیڈر مذہبی ہوں یا سیاسی۔ کیا اس ذوق کا کوئی عاشق خدا دیکھا کہ بارش آئی تو باہر نکلے زبان پر بارش کا قطرہ لیا اور فرمایا میرے رب کی تازہ نعمت۔

وہ عظیم ترین شخصیت تھی۔ لیکن اس کی شخصیت کا اظہار اُن کی ظاہری کرو فر سے نہ ہوتا تھا۔ خانہ زرہ لباس سے نہ ہوتا تھا عالیشان محل سے نہ ہوتا تھا۔ حشم و خدم سے نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اُن کی عظمت اُن کی تواضع، حلم، مسکینی، جذبہ خدمت، عقیدت مندوں سے محبت، خدا کی یاد اور ان کے عالی اخلاق سے ظاہر ہوتی تھی۔ اور سچ ہے جسے خدا نے حسن دیا ہو اُسے غازہ اور زیور کی کیا ضرورت۔ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑا بننے کے لئے ظاہری کرو فر اور دنیوی شان و شوکت کی کیا ضرورت تھی

ایک بار حضرت عمرؓ آپؐ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ آپؐ خالی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ کھجور کی رسی کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے تھے۔ کمرے میں ایک کونے میں چند مٹھی جَو تھے۔ حضرت عمرؓ شدت جذبات سے رو پڑے اور استفسار پر عرض کی کہ قیصر و کسریٰ تو اتنے آرام کر رہے ہیں اور خدا کے رسول کا یہ حال۔ فرمایا عمر! جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو اُن کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم سب کچھ اگلے جہان میں پائیں

اُن کی زندگی کا کوئی پہلو ہم سے مخفی نہیں۔ دوستوں دشمنوں سبھی نے مل کر بسر ہوتے دیکھا۔ اور آپؐ نے سبھی سے خراج تحسین حاصل کیا۔ وہ بادشاہ بنے لیکن اخلاق میں کرختگی نہیں۔ بلکہ رأفت اور نرمی پیدا ہوئی کہ شاخ پر جب پھل لگ جاتے ہیں تو وہ اور بھی جھک جاتی ہے۔ اُنہیں طاقت و اقتدار نصیب ہوا لیکن وہ اپنی غربت اور بیکسی کو بھولے نہیں اور نہ خدا نے اُن کی غربت میں اُنہیں خبر دی تھی کہ ایک دن یہ ضعف قوت میں تبدیل ہو جائے گا لیکن اس خبر نے اُنہیں مغرور نہیں کیا۔ اُن کی شفقت دوست و دشمن سب کے لئے عام رہی۔ اخلاق اُن کے ذریعہ اپنے معراج کو پہنچے۔ انسانیت کی اُنہوں نے تکمیل کر دیا اور جب خدا نے اختیار دیا کہ اے ہمارے بندے تو چاہے اس دنیا میں رہ لے اور چاہے تو اب ہمارے پاس آ جا اور اس عظیم ہستی نے اپنے خدا کو ہی اختیار کیا۔ اور جب آپؐ کی روح عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما ہوئی تو ہاتف آسمانی کی طرف سے ندا

عالمی امن اور مذہب

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم کلکتہ

ذیل کا مضمون مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ کی اُس تقریر کا ایک حصہ (مع اضافہ) ہے جو آپ نے گزشتہ سال قادیان کے جلسہ سالانہ میں کی تقریر کا دوسرا حصہ بعد کی اشاعتوں میں دیا جائے گا انشاء اللہ۔ (ادارہ)

دنیا ایک گہوارہ تغیر و تبدل ہے جس میں یوم تکوین سے انقلابات کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری و ساری ہے۔ حکمائے سائنس اپنی تحقیقات سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اس عمل تغیر کی جولانگاہ بنا ہوا ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ سر بفلک پہاڑ کبھی عمیق سمندر تھے۔ اور بحر ذخار آسمان بوس پہاڑ۔ ماہرین علم الارض بتلاتے ہیں کہ خشکی کے قطعات کبھی مواج دریا تھے۔ اور دریاؤں کی جگہ آباد زمین۔ ماہرین آثار قدیمہ اس حقیقت کو بے نقاب کر رہے ہیں کہ کھنڈرات کی جگہ کبھی بستیاں تھیں اور بستیوں کی جگہ ویرانے۔ یہ تغیرات اور انقلابات اپنی جگہ پر ہیں۔ لیکن ان تغیرات ارضی و سماوی سے کہیں عجیب اور ان تبدیلات کونی و طبعی سے کہیں حیرت انگیز وہ انقلابات ہیں جو سمندروں اور پہاڑوں کی بجائے خود قوموں اور ملکوں کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان انقلابات کا اثر ریت کے ذروں پانی کے قطروں، اینٹ اور پتھر کی عمارتوں تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ یہ اقوام و ممالک کی عمرانی و مدنی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور ان کی تہذیب و تمدن کو بدل ڈالتے ہیں۔ ان کی آماجگاہ دریا اور جنگل نہیں ہوتے بلکہ یہ اپنی تگ و تاز کا میدان انسانی ذہنیت و معتقدات کو بناتے ہیں۔ اس قسم کے جن انقلابات سے دور حاضرہ کے انسانوں کو دوچار ہونا پڑا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ خطرناک وہ زلزلہ ہے جو مارکس ازم کی صورت میں المانیہ کے اسرائیلی ماہر اقتصادیات کے دماغ سے اُبھرا۔ اور روس کے آتش فشاں پہاڑوں سے بالشوزم یا کمیونزم کی صورت میں ایک ہولناک دھماکے سے نظام شکن ہوا۔ اس تحریک نے دنیا کی اقتصادی معاشرتی سیاسی، مذہبی اور عام ذہنی حالت پر ایسا گہرا اثر چھوڑا کہ سادہ لوح انسان بلا سوچے اس سے خائف اور متحیر نظر آتے ہیں۔

اس تحریک کے علمبرداران نے مزدوروں کی حمایت، مظلوموں کی دادرسی، مساوات انسانی اخوت و بھائی چارہ کے خوشنما اور نظر فریب پھولوں سے ایک ایسا جاذب توجہ گلدستہ سطح آب پر پھیلا رکھا ہے کہ ہر شخص اس کی طرف کشاں کشاں رواں دواں بہا چلا جاتا ہے۔ دہلی میں حالیہ منعقدہ عظیم الشان صنعتی نمائش میں روسی ایوان نمائش کے باہر حسب ذیل عبارت بزبان انگریزی جلی حروف میں لکھی ہوئی ہے۔

communism Procl-
-aims Peace Labour
freedam Equality
Brother ship and
happiness for all
Persons in the
World

کمیونسٹوں کے اس دلفریب و سحر انگیز پروپیگنڈے کے پیش نظر اکثر لوگوں کا خیال اس طرف منتقل نہیں ہونے پاتا کہ اس ساکت و صامت سطح آب کے نیچے کس قدر خطرناک چٹانیں چھپی ہوئی ہیں کہ جن سے ٹکرا کر نظام عالم کے امن و سلامتی کی کشتی پاش پاش ہو جائیگی حقیقتاً یہ تحریک تو اپنے گھر والوں کو بھی امن اور سلامتی نہ دے سکی۔ ورنہ امن و سلامتی میں زندگی بسر کرتے ہوئے مارشل مارشلوف سابق صدر جیسے لوگ خود کشی پر آمادہ نہ ہوتے جیسا کہ حال ہی میں اطالوی خبر رساں ایجنسی نے اطلاع دی ہے (بحوالہ الجمعیۃ ۱۲ نومبر ۱۹۶۱ء)

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اس تحریک کا سب سے بڑا اثر مذہب پر پڑا ہے اگرچہ یہ تحریک خالصۃً اقتصادی و سیاسی نوعیت کی تھی جسے مذہب سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن بانیان تحریک کے نزدیک سب سے پہلے مذہبی انقلابات کی ضرورت تھی۔ کیونکہ ان کے نزدیک غریب انسانوں پر جس قدر ظلم و استبداد کی قیامتیں ٹوٹ رہی ہیں سب مذہب کی وجہ سے ہیں۔ اور ان مصائب و آلام کا استیصال اس وقت تک ممکن نہیں جب تک لوگوں کے دلوں سے خدا کے وجود پر ایمان نہ مٹا دیا جائے چنانچہ لینن نے مارکس کے حوالہ سے یکم ۱۹۲۶ء میں ایک مضمون لکھا جس میں بتایا کہ مذہب لوگوں کے لئے افیون ہے لہٰذا نفس مذہب کے خلاف جنگ کرنا ہر اشتراکی کا فرض منصبی ہے۔ چنانچہ بہاؤ اشتراکیت کے باب ۹ میں لکھا ہے اشتراکیت کے نام لیواؤں کا فرض ہے کہ مارکس کے اس قول کو کہ مذہب لوگوں کے لئے افیون ہے عام جو شیلی کے ذہن نشین کرا دیں اور انہیں یقین دلا دیں کہ از منہ گزشتہ میں کیا اور حاضرہ میں کیا متمرد اور سرکش انسانوں کے ہاتھ میں مذہب ہی ایک ایسا حربہ ہے جس کے ذریعہ دنیا میں عدم مساوات جماعتی تفریق اور غصب و استبداد روا رکھا جاتا ہے۔

حال ہی میں کہ آکستان کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے بعض نئے احکام بذریعہ ریڈیو نشر کئے گئے ہیں۔ ان احکام میں روایتی مسلم کہ آکستان میں بہزا در تیز تر دہریت کے پروپیگنڈے کے لئے کہا گیا ہے۔ کمیٹی نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ تنظیم کی تمام سطحوں پر سوویٹ مرکزی کمیٹی کے تمام فیصلوں کی غیر مشروط تکمیل کی جائے۔ چنانچہ روس کے ملکی ریڈیو اسٹیشنوں سے مذہب کے خلاف نشریات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اور گزشتہ ماہ مذہب دشمن نشریات کی تعداد پیوستہ مہینہ کے مقابلہ میں دگنی ہو گئی ہے۔ ان نشریات میں بار بار کمیونسٹ پارٹی کی سمت اشارہ دیا گیا ہے۔ اور دیوکریٹیسے سے کہ کرگز اکستان کے علاقوں کے لئے جن میں غیر روسی باشندوں کی اکثریت ہے۔ بار بار مذہب پر حملے کئے گئے ہیں۔ . . . . . اسی اثناء میں جبر کیسک ریڈیو نے دہریتی پروپیگنڈا کا معیار بلند کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لئے ایک خاص پمفلٹ کی فراہمی کی اطلاع دی ہے۔ (بحوالہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۶۱ء)

لیکن تمام پر زور پروپیگنڈوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے ہم اس یقین سے لبریز ہیں کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے اور اسی ہستی نے ہی مذہب کی بنیاد رکھی ہے اور اسی نے مذہب کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا ہوا ہے۔ چنانچہ اس مادیت اور الحاد کے دور میں بھی ان تمام حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے اور مذہب کی حفاظت کے لئے اپنے ایک پہلوان کو بھیجا ہے جس نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا کہ

اس زمانے میں مذہب اور علم (سائنس) کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بیدل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں۔ یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام (مذہب) کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں۔ بلکہ اب زمانہ اسلام کی

روحانی تلوار کا ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس مذہب اور سائنس کی لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام)

یہ عظیم الشان پیشگوئی امام زمان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی ہے جو انشاءاللہ حرف بحرف پوری ہوگی۔ اور وقت آئے گا کہ دنیا دیکھے گی کہ یہ دشمن مذہب کی آغوش میں آکر حقیقی سکون اور اطمینان حاصل کریں گے۔ کیونکہ مذہب ایک فطرتی چیز ہے۔ اور فطرت میں رکھی ہوئی چیز کو کوئی فنا نہیں کرسکتا۔ اور انسان بالآخر ٹھوکریں کھاکر فطرت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ہمیں نظر آرہا ہے کہ مذہب جو تسکین انسان کو دیتا ہے سائنس اپنی انتہائی ترقی کے باوجود روح کے روحانی احساس کی تسکین کا کوئی سامان نہ کرسکی۔ اور نہ ہی وہ اس جذبے کو انسانی فطرت سے مٹانے میں کامیاب ہوسکتی ہے اور یہی اس امر کا ثبوت ہے کہ سائنٹیفک علوم کی ترقی انسانی زندگی کا مقصد نہیں۔

ہندوستان کے وائس پریذیڈنٹ جناب ڈاکٹر رادھا کرشنن نے پچھلے سال انہی ایام میں یونیورسٹی میں مختلف مذاہب کے اسکالروں کے لئے ایک قیام گاہ کا افتتاح فرمایا تھا اس موقعہ پر آپ نے جو تقریر کی اس میں آپ نے بتایا کہ انسانی روح ایک غیر محدود ہستی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اور سائنس انسانی روح کے اس جذبے یا دوسرے الفاظ میں مذہبی احساس سے بچنے کے لئے کوئی مؤثر حل پیش نہیں کرسکی۔ اگر دنیا صرف سائنٹیفک علوم سے بچائی جاسکتی تو غالباً اب تک نجات کے قریب پہنچ چکی ہوتی۔ لیکن امر واقع یہ ہے کہ انسان تا حال جذبات اور روحانی احساسات کا پیکر ہے۔

اس تقریر سے واضح ہے کہ مذہبی جذبہ انسان کی فطرت میں داخل ہے اور جو چیز فطرتی ہو اس کی ضرورت بالکل عیاں ہے۔

اسلام کی مقدس و مطہر کتاب قرآن مجید نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون

یعنی ہم نے دین حنیف کی طرف تمہیں بلایا ہے لہذا اس کی طرف پوری توجہ اور کوشش سے مخاطب ہو جاؤ اور اسلام ہی وہ دین ہے جو عین فطرت ہے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور یہ فطرت اللہ کی مخلوق ہے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوسکتا یہ دین قیم ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

چنانچہ وہ محققین جنہوں نے مذہب پر عمیق نگاہ ڈالی ہے وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مذہب ایک فطری چیز ہے۔ پروفیسر سپیئر نے فلسفہ دینیہ میں اور مسٹر منیل وغیرہ نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ ہم لوگ اپنے ذہنوں کی ساخت کی وجہ سے فطری طور پر مجبور ہیں کہ ایک ایسی ہستی پر ایمان رکھیں جو غیر محدود اور غنی مطلق اور غیر متناہی وجود ہے پس مذہب ایک فطرتی چیز ہے۔ اور کسی کا عذر اور جھوٹا پروپیگنڈہ اس فطرت کو نہیں بدل سکتا اس لئے انسان پھر اس فطرت کی طرف آئے گا اور اس بات کو تسلیم کرے گا کہ مذہب ہی جو حقیقی تسکین دے سکتا ہے مذہب ہی ہے جو عالمگیر اخوت پیدا کرتا ہے اور مذہب ہی ہے جو حقیقی مساوات کا علمبردار ہے۔

جس رنگ میں عالمگیر اخوت مذہب پیدا کرتا ہے کوئی دنیاوی سوسائیٹی اور کوئی دنیاوی قانون ایسی اخوت پیدا نہیں کرسکتا کیونکہ عام طور پر کسی ملک کا باشندہ کسی دوسرے ملک کے قانون کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کسی کو بتایا جائے کہ یہ قانون خدا کا تجویز کردہ ہے۔ تو وہ اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ آج کل اس پر بہت بڑی بحث ہوتی ہے۔ کہ فساد کس وجہ سے ہوتا ہے آیا مذہب کی وجہ سے یا ہمارے دماغ کی وجہ سے۔ یہ حق ہے کہ مذہبی قوانین کو چھوڑنے سے فسادات ہوتے ہیں۔ ورنہ ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ مذہب پر جب بھی عمل ہوا ہے مذہب کے قوانین نے اخوت پیدا کی ہے۔ ہمارے سامنے دو عظیم الشان مذاہب اسلام اور عیسائیت ہیں۔ ان ہر دو کے ذریعہ دنیا میں بہت بڑا اتحاد ہوا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی آمد کا ایک اہم مقصد اخوت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی اخوت اور اتحاد کا نظارہ نظر آتا ہے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں بھی یہ اتحاد نظر آتا ہے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو ایسی اخوت اور ایسا اتحاد ہوا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ کیونکہ آپ کے ذریعہ دشمن اور خون کے پیاسے باہم بغلگیر ہوگئے۔ قرآن مجید اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے

کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

علامہ حالی نے اس آیت کا مفہوم ان اشعار میں بیان کیا ہے

وہ دین جس نے اعداء کو اخواں بنایا
وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غمخوار دوراں بنایا
گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا

پس جس قسم کا اتحاد مذہب کے ذریعہ سے ہوا کوئی تحریک اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ اہل مذاہب میں بھی جنگیں اور فسادات ہوئے لیکن یہ سب تب ہوا جبکہ پیروان مذاہب نے مذہب کے اصولوں پر چلنا ترک کردیا۔ اور حسد میں دغا اور فریب میں مبتلا ہوکر باہم دست و گریباں ہوگئے لیکن جب تک مذاہب پر صحیح رنگ میں عمل ہوتا رہا۔ باہم فسادات اور سر پھٹول سے رنگ محفوظ رہے ہیں۔ پس یہ فساد مذہب کی وجہ سے نہیں بلکہ مذہب کے اصولوں کو چھوڑنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دہریت کو پھیلانے والی اس قسم کی تحریکات اور سائنس کی ترقی کے باوجود قتل و غارت کا میدان پہلے سے زیادہ گرم ہے۔

۱۹۳۹ء میں جو عظیم الشان دوسری جنگ ہوئی۔ اس میں کروڑوں انسان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ لیکن کسی مذہبی انقلاب کے وقت ایسی خونریزی نظر نہیں آتی۔ پس مذہب اپنے اصول کے لحاظ سے دنیا میں امن اور آشتی کے ساتھ ہی ساتھ عالمگیر اخوت بھی پیدا کرتا ہے۔ (باقی)

خاکسار
بشیر احمد انچارج احمدیہ مسلم مشن
سرینگر

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

انعقاد جلسہ سالانہ

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

ہمارا جلسۂ سالانہ آیا — خدا کے فضل نے یہ دن دکھایا
کئی بچھڑے ہوؤں کو پھر ملایا — اسی دار الاماں کو ہم نے پایا
خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

(۲)

گلستاں میں بہار آئی ہوئی ہے — نسیم رحمت حق چل رہی ہے
شگفتہ ہو رہی ایک ایک کلی ہے — ہوا نغمہ سرا ہر احمدی ہے
خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

(۳)

شعائر کی زیارت کرکے خوش ہو — اور اپنی اپنی جھولی بھر کے خوش ہو
سر اپنا آستاں پر دھر کے خوش ہو — بنے انصار ہیں اس در کے خوش ہو
خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

(۴)

معارف کھل رہے ہیں قرآں کے سن لو — برستا آسماں سے جو ہے ہن لو
محمد مصطفیٰ کے بھی سخن لو — یہ باغ احمد کے پھول چن لو
خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

(۵)

بحمد اللہ کہ پھر ہم کو ملایا — مبارک روز روحانی دکھایا
الٰہی شکر صد شکر عطا یا — کہ جو کچھ چاہتے تھے سب وہ پایا
خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

(۶)

خلافت سے رہو وابستہ سارے — کروگے سب ترقی اس کے سہارے
لگے گی اپنی کشتی جا کنارے — رہوگے اس طرح اللہ کے پیارے
خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

(۷)

دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھنا — دل مہجور کی فریاد رکھنا
یہ بیٹھی عرض خانہ زاد رکھنا — جو ہے سدا اکمل ناشاد رکھنا
خوشا وقتے و خرم روزگارے
کہ یارے برخورد از وصل یارے

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ السّلام کی بعثت کی غرض

مرسلہ مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل ہائی کورٹ یادگیر

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابی حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ ایک پرچہ "وفادار" حیدر آباد سے نکالتے تھے۔ ذیل کے ملفوظات ۷ رستمبر ۱۹۳۵ء جلد ۱۹ صفحہ ۱ سلسلہ جدید جلد ۲ نمبر ۱۰۹ کے پرچہ سے انہیں کے نوٹ کے نقل کئے جاتے ہیں۔ جب بھی جلسہ سالانہ قریب آتا حضرت عرفانی رضی اللہ عنہ اس میں شرکت کے لئے باوجود عدیم الفرصتی کے بے چین ہوتے۔ جلسہ کی یاد انہیں ستاتی۔ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور کے واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی سخت رونے اور ماضی کے حالات کو ہمارے سامنے بار بار پیش فرماتے۔ تماہیان ار بار جانے کی تاکید فرماتے۔

میں نے ارادہ کیا کہ اس موقعہ پر بدر کے لئے کوئی مضمون لکھ بھیجوں کہ یکایک حضرت عرفانی صاحب الکبیر رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ پر جو اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کے مظاہر تھے وہ لوگ اپنے اپنے وقتوں میں اپنا کام ختم کر کے اپنے مولیٰ سے جا ملے اور اس دنیا سے گذرتے گذرتے ہیں امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک یہ کہہ گئے کہ آپ کے وقت یہ سلسلہ بدنام نہ ہو — پھر فرمایا کہ جب گذر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار سستیاں ترک کرو طالب آرام نہ ہو۔

آیئے ہم اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے خدا سے توفیق مانگیں اور ذیل کے ملفوظات کو غور سے پڑھیں۔

محمد اسمٰعیل فاضل وکیل یادگیر

"ملفوظات احمدیہ"

میرے آنے کی اصلی غرض کیا ہے

فرمایا:-

چند دن سے ایک خیال میرے دل میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے۔ باہر لوگوں میں بیٹھا ہوا ہوتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے وہ شخص سمجھتا ہوگا کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے خیال میں محو ہوتا ہوں جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے بغرض ان دنوں میں یہ خیال اس زور سے میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصلی غرض یہ ہے کہ

ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح اور تقویٰ کے رستہ پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا

ہدایت پائے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ اگر یہ غرض پوری نہیں ہوئی تو ہمارا سارا کام نکما گیا گر میں دیکھتا ہوں کہ دلائل اور براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہوتے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے۔ لیکن جو ہماری بعثت کی اصلی غرض ہے اس کے متعلق ابھی جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھائے جا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب آ رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا (المسیح الموعود)

حضرت عرفانی صاحبؓ کا اس پر نوٹ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد پر آپ کے خدام غور کریں۔ اور اپنی ذمہ داریوں کا جائزہ لیں اور اپنے نفس کا خود احتساب کریں۔ حضور علمی فتوحات کو اصل قرار نہیں دیتے بلکہ آپ کا مقصد بعثت یہ تھا کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جو تقوے طہارت نفس کے ایسے مقام پر ہو کہ وہ روحانی فتوحات کر سکے۔ اور دوسروں کی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا کر سکے۔ اور وہ انقلاب تقرب باللہ کا ہو۔ ان کی زندگیوں میں ان آثار و علامات کا مشاہدہ ہو جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں نمایاں ہوئے تھے اور جن کی تعریف خود خدائے کریم نے کی اور اسلام کے متعصب سے متعصب دشمنوں نے اس کا اقرار کیا۔ دلائل و براہین سے اپنے مخالف پر غالب آجاتا یہ ایک قسم کی دماغی اور منطقی فتح ہو سکتی ہے اس سے دماغ بظاہر فتح ہو جاتا ہے مگر الہٰی سلسلے قلوب کی فتح چاہتے ہیں۔

حضرت کے ان ارشادات پر ایک زمانہ گذر گیا اور قریب تھا کہ نصف صدی گذر جاتی اور وہ جماعت جنہوں نے آپ کی صحبت کی سعادت حاصل کی یوماً فیوماً کم ہو رہی ہے۔ لیکن کتنے ہیں جنہوں نے اس مقصد کو پا لیا۔ پھر میں آپ کے اس ارشاد پر اُن سلیم الفطرت لوگوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ غور کریں کہ یہ شخص جس نے دعوے کیا کہ میں خدا تعالےٰ کے اس وعدہ کے موافق جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آیا ہوں وہ اپنی بعثت کی غرض کیا بیان کرتا ہے۔ کیا اس کے مدنظر اپنے نفس کی برتری دنیا کے مالوفات ہیں، ہرگز نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ خدا تعالےٰ کے قرب کے مقام کو حاصل کریں۔ اور اپنی زندگی میں صلاحیت اور تقوےٰ پیدا کر کے دنیا میں بہشتی زندگی کا نمونہ پیدا کر دیں۔ وہ دنیا کے لئے اس پیغام رحمت کا منادی تھا۔ جو حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے کر رب العالمین کی طرف سے آئے۔ وہ اسی لوائے اسلام کے نیچے ساری دنیا کو جمع کرنا چاہتا تھا وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب گیا۔ اس نے کم از کم ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس نے جوانوں میں اپنی علمی کامیابیوں کے بعد دنیا کی ساری امیدوں کو ترک کر کے اپنی زندگیوں کو خدمت اسلام کے لئے وقف کر دیا ہے۔

اے مجاہدینِ اسلام تم پر سلام اور رحمت ہو۔ آنے والی نسلیں تم پر ناز کریں گی۔ فقط +

اظہارِ تشکر

میں اُن تمام بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کا ممنون ہوں جنہوں نے میرے خسر مرحوم جناب شاہ محمد توحید صاحب کے لئے دعائیں کیں۔ اور پھر وفات کے بعد اخبار پر تعزیت کیا۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے اور اُن پر اپنے فضل نازل فرمائے۔ اللھم آمین۔

اب یہ التماس ہے کہ شاہ صاحب مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ شاہ صاحب نے اپنے تحریر میں احمدیت کو پیشاوری تھی۔ اور اسی سعادت کے طفیل اللہ تعالےٰ نے انہیں دولتِ احمدیت سے نوازا بھی۔ اللہ تعالےٰ اُن کی نیکیوں کو بڑھائے اور کمزوریوں سے درگذر فرمائے۔ آمین!

خاکسار سید افتخار احمد ادرینوی

درخواست دعا۔ اڑیسہ جماعت کے دو ہونہار احمدی نوجوان گریجوایٹ ظہور حسین خان اور سید فضل جلیل اس سال خدا کے فضل سے صوبہ کے مقابلہ کی امتحان میں نمایاں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اب ان دونوں نہائی امتحان (۷۵۰ ۱۲۸/۷) کے واسطے انٹرویو میں بلائے گئے ہیں۔ صحابی بزرگان سلسلہ اور مکرم اور درویشوں کی خدمت میں کامیابی کی درخواست دعا ہے۔ اختر فضل از من مورودہ (اڑیسہ)

سنہ ۱۹۹۰ء کا چندہ وصیت

ایک مرحوم مجذوب و معذور موصی کی چند رسیدیں

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری مجلس کارپرداز مقبرہ بہشتی قادیان

محترم ایڈیٹر صاحب بدر نے جلسہ سالانہ نمبر کے لئے ایک مضمون لکھنے کے لئے فرمایا تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ میں اپنی بیشتر مصروفیات کے باعث یہ سعادت حاصل نہ کر سکوں گا۔ لیکن انہی مصروفیات میں سے ایک موقعہ نکل آیا اور میں چند سطور قارئین بدر کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں

جماعت احمدیہ اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے باوجود۔ اور اپنی قلت تعداد اور کمی اموال کے باوجود آج اکناف عالم میں تبلیغ اسلام کا جو عظیم الشان کام سرانجام دے رہی ہے۔ وہ حقیقتاً محیر العقول ہے۔ اور بادی النظر میں ایک مخالف احمدیت یہی سوچتا ہے کہ اس جماعت کے ہاتھ کوئی مخفی خزانے ہیں اور یا پھر اسے کسی حکومت کی طرف سے کوئی امداد ملتی ہے۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو اس جماعت کے پاس جادوگر ہیں جو بزور سحر روپیہ پیدا کرتے ہیں۔ اور اس کے مبلغین قادیان اور ربوہ سے اُٹھتے ہیں اور بحری۔ بری اور ہوائی سفروں پر ہزاروں روپیہ خرچ کر کے حدود ارضی اور آفاق کو جا چھوتے ہیں۔ اور تبلیغ اسلام کا ایک ایسا غلغلہ برپا ہے کہ اپنے اور بیگانے اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں

لیکن اگر ایک سوچنے والے لوگ اخلاق و اخیال کی روشنی میں جماعت احمدیہ کا جائزہ لیں اور ان کے نقطۂ نظر میں کوئی ٹیڑھا پن نہ ہو تو انہیں اس جماعت میں ایسے ایسے لوگ نظر آئیں گے جو مضطرب ہو گئے اس بات کے لئے کہ کاش انہیں اس سے بھی زیادہ دینی ساری جائیداد جماعت کے سپرد کر دینے کی اجازت ہوتی اور شرف حاصل ہوتی ۔!

اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام کوئی مذاق نہ تھا۔ چودھویں صدی ہجری کا آغاز جہاں اہل اسلام کے اندرونی انتشار اور اختلاط کا زمانہ تھا۔ وہاں اسلام کے مخالفین اپنی پوری پوری قوتوں کے ساتھ اس کے خلاف برسر پیکار تھے۔ اسلام ایک چراغ تھا جو مخالفت کے ان طوفانوں کے تھپیڑے برداشت کرتا ہوا ہر لحظہ لو دیئے جا رہا تھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ بجھا ہی چاہتا ہے۔ لیکن وہ خدا جس نے اس کی نہ صرف حفاظت کا ذمہ لیا تھا بلکہ یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک زمانہ میں اسلام پھر نقطۂ عروج پر پہنچے گا۔ اس نے عین وقت پر انتظام فرمایا اور ایک مرد مجاہد ایک گمنام بستی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جو

تم مسیحا بنو خدا کے لئے

کے پُر خلوص نعروں نے اس کا استقبال کیا۔ تاریکی کے فرزند دور ہٹتے گئے اور روشنی اور نور کے لپسپا قریب آتے گئے اور انہوں نے اس مرد مجاہد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ عہد کیا کہ وہ اپنی جان مال اور عزت سب کچھ دین اسلام کو سربلند کرنے کے لئے آپ کے قدموں میں ڈال دیں گے۔ یہ عہد کوئی مجذوب کی بڑ نہ تھی۔ بلکہ اس کا عملی مظاہرہ ہوا کہ ابھی اس جماعت کے قیام پر ستر سال بھی نہیں گذرنے پائے کہ قادیان اور ربوہ خواص اور عوام کے مراجع بن جاتے ہیں۔ ان دونوں چھوٹی چھوٹی بستیوں سے مبلغین کے قافلے نکل نکل کر دنیا کے کونوں تک پھیل جاتے ہیں۔ اب کون انصاف پسند کہہ سکتا ہے کہ وہ عہد جو مخلصین نے اس مرد مجاہد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیا تھا وہ پورا نہیں ہوا۔

"مجذوب کی بڑ" ایک محاورہ ہے جو ایسے موقعوں پر بولا جاتا ہے۔ جب کوئی ایسی بات کہی جائے جس کے پورا ہونے کا قطعاً کوئی امکان نہ ہو۔ لیکن میں ایک ایسے مجذوب کی بڑ کا ذکر کرنے چلا ہوں جو واقعی پوری ہوئی۔ اور میں اس وقت جبکہ یہ سطور تحریر کر رہا ہوں بڑی مسرت اور بہجت کے ساتھ یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی جو عظیم الشان عمارت جماعت احمدیہ کے ذریعہ زیر تکمیل ہے۔ اس کی مستحکم بنیادوں میں ایک مجذوب کی مخلصانہ بڑ بھی شامل ہے۔

میں موصیوں کی پرانی مسلیں دیکھ رہا تھا ان میں وصیت نمبر ۱۴۱۳ کی ایک مسل شمس الدین صاحب معذور مجذوب کی ہے۔ جو سنہ ۵۹ء میں فوت ہو چکے ہیں۔ اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ یہ صاحب سنہ ۱۹۱۰ء سے قبل کسی سال میں کوہاٹ سے ہجرت کر کے قادیان آئے تھے۔ اور آخر دم تک قادیان میں رہے اور درویشی کی سعادت پا کر سنہ ۵۹ء میں فوت ہوئے۔ یہ اپاہج تھے اور ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں جس کا طول و عرض تین تین فٹ سے زیادہ نہ تھا پڑے رہتے تھے۔

جب یہ اپاہج تھے تو ظاہر ہے کہ ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ کسی نے شے دیا تو کھا لیا ورنہ صبر شکر کر کے پڑے رہے۔ لیکن قارئین کرام یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ اس معذور احمدی نے اپنی ساری عمر معذوری کی حالت میں اس ۳ × ۳ فٹ کوٹھڑی میں گذار دی۔ اور جس کا کوئی ذریعہ آمد سوائے دست غیب کے نہ تھا نہ صرف زندگی بھر چندہ دیا بلکہ سنہ ۱۹۹۰ء کا چندہ وصیت ادا کر دیا۔ اور اور یہ کوئی خیالی اور فرضی بات نہیں ہے بلکہ اس کی باقاعدہ رسیدیں مسل کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔

میں جب مسل کے اس حصے پر پہنچا جہاں رسیدیں لگی ہوئی ہیں تو میں ششدر رہ گیا اور سر بگریباں ہو کر بیٹھ گیا اور یہ سوچ کر وہ رسید سنہ ۱۹۶۳ء سے لے کر سنہ ۱۹۷۰ء کے چندہ کی تھی۔ میں سرتاپا عرق انفعال میں ڈوب گیا اور یوں محسوس ہوا کہ میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں۔ ذوق جستجو اور بھی بڑھا اور میں نے اگلی رسیدوں کو دیکھا میرے منہ سے بے اختیار اللّٰھم اغفر لہ نکل گیا جب میں نے وہ رسید دیکھی جس پر لکھا تھا

حصہ آمد سنہ ۸۶ء سنہ ۸۷ء سنہ ۸۸ء سنہ ۸۹ء و سنہ ۱۹۹۰ء

اور میں ایک حق الیقین تک پہنچ گیا کہ یہی وہ جماعت ہے جس کے ذریعہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ مقدر ہے۔ کیونکہ جب اس جماعت کا ایک معذور اور اپاہج آدمی قربانی کے میدان میں اس حد تک جا سکتا ہے جس کا کوئی ذریعہ آمد نہیں اور جو اپنی ہمت سے ایک پائی بھی پیدا نہیں کر سکتا اور اسلام کی سربلندی کے لئے سالہا سال متواتر چندہ دیتا ہے تو اس جماعت کے کامیاب و کامران ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ مجھے اس مسل میں ایسی رسیدیں بھی نظر آ رہی ہیں جو سنہ ۱۹۰۲ء اور سنہ ۱۹۰۵ء کے حصہ آمد کی ہیں۔ یہ معمولی بات ہوتی اگر شمس الدین صاحب مرحوم نے اس سے پہلے وصیت کی ہوتی۔ لیکن ان کی وصیت سنہ ۱۹۱۹ء کی ہے۔ اور چندہ وصیت وہ سنہ ۱۹۰۱ء سے شروع کر کے ادا کر رہے ہیں۔

ملاحظہ کیجئے کہ وہ شخص جو بظاہر معذور تھا سنہ ۱۹۱۹ء میں وصیت کرتا ہے۔ لیکن حصہ آمد سنہ ۱۹۰۱ء سے دیتا ہے اور سنہ ۱۹۹۰ء تک دیتا ہے۔ گویا وہ تصویری زبان میں کہہ رہا ہے کہ

کاش! میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اولین بیعت کنندگان میں ہوتا اور کاش! میں سنہ ۱۹۹۰ء تک زندگی پا کر اسلام کی خدمت کر سکتا!

سوال یہ نہیں ہے کہ مرحوم شمس الدین صاحب کے چندے کی مقدار کیا تھی۔ کیونکہ ایک معذور فقیر بے نوا دے گا بھی کیا کچھ۔ مگر سوال اس جذبے کا ہے جو اس مخلص انسان کے دل میں بے قرار تھا۔ اس نے اپنی ساری زندگی ایک چھوٹے سے کنج تنہائی میں گذار دی اور ان تنہائی کی طویل گھڑیوں میں اگر سوچتا رہا تو یہی کہ وہ اپنی دائمی معذوری کے باوجود اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہے وہ چل نہیں سکتا تھا پہلو تک نہیں بدل سکتا تھا۔ اس کی زبان میں بھی لکنت تھی۔ لیکن اس کا دل متحرک تھا۔ خدمت اسلام کے جذبے کے ساتھ۔ اس کی یہ رسید دیکھئے اس میں کتنا خلوص جھلک رہا ہے:۔

"رسید نمبر ۵۷ کتاب نمبر ۱۹۳ تاریخ ۲/۱/۲۴
منجانب شمس الدین صاحب پٹھان معذور مسجد مبارک قادیان مبلغ پچیس روپے صرف بہ تفصیل ذیل
وصول پائے حصہ آمد وصیت ۱۴۱۳
سنہ ۸۶ء و سنہ ۸۷ء و سنہ ۸۸ء و سنہ ۸۹ء و سنہ ۹۰ء"

یعنی وہ ۲/۱/۲۴ کو آئندہ چھیاسٹھ سالوں تک کا چندہ ادا کر رہا ہے۔ وہ ایک معذور شخص ہے اس کا کوئی ذریعہ آمد نہیں اگر کوئی رحمدل رہگذر ترس کھا کر اُسے کچھ دے جاتا ہے تو وہ اسے سنبھال کر رکھ دیتا ہے۔ آخر کوئی اُسے کیا دیتا ہوگا یہی پیسہ دو پیسے۔ لیکن وہ جمع کرتا ہے۔ اور پھر اُسے آئندہ سالوں کے چندہ میں دے دیتا ہے!

یہی وہ جذبہ خلوص ہے جو جماعت احمدیہ کے اکثر افراد کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا جذبہ رکھنے والوں کی جماعت بام کامرانی تک نہ پہنچے گی۔ پہنچے گی اور ضرور پہنچے گی۔ کیونکہ اس کے بے ذرا فقیر بھی خدمت اسلام کے جذبہ سے معمور ہیں!

—— (۲) ——

یہ ایک اور صاحب ہیں بابا خدا بخش صاحب تھے۔ یہ تقسیم ملک سے قبل ریلوے سٹیشن قادیان پر قلی کا کام کرتے تھے تقسیم ملک کے بعد درویش بن کر قادیان میں رہ گئے۔ بوڑھے

(باقی صفحہ ۔۔)

نیشنل انٹگریشن
یا
قومی اتحاد و یک جہتی

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

اختلاف اور منافرت کی بھٹی میں سلگنے کے بعد اب ہندوستان کے مختلف فرقے اس قابل ہو گئے ہیں کہ ایک کا پیوند دوسرے میں لگایا جائے ایک کے تحمل قومیت سے دوسرے خوشہ چینی کریں اور ایک کے حسن کردار کو دوسرے بھی اپنائیں

لوہا بہت سخت ہوتا ہے۔ مگر کچھ دیر آگ میں رہنے کے بعد وہ بھی پیوند قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں قوموں کردار کی سختی و درشتی مسلم ہے۔ مگر دو قوموں کے مسلسل تصادم سے دونوں کے کردار میں آتش گیری پیدا ہو سکتی ہے کہ خود بخود اتحاد و یکجہتی کا رجحان پیدا ہو جائے اس وقت ہندوستان کے قومی کارکنوں کے دل میں حمل صالح کی یہ خلش محسوس ہو رہی ہے۔ اس رجحان کی حوصلہ افزائی ہم اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتے ہیں خصوصاً اس وقت جب ہم جماعت ہائے ہندوستان کا سالانہ جلسہ منعقد کرنے قادیان میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ یہ جلسہ ایک ایسے فرستادۂ خدا کی تعلیمات یاد دلاتا ہے۔ جو ان ایمی صدریں اتحاد و یکجہتی کا منگب میل بن کر نازل ہوئے تھے۔

تحریک یکجہتی کا پس منظر

تقسیم کے بعد اہل ہند کے سامنے جو سب سے پیچیدہ سوال آیا۔ وہ فرقہ دارانہ سوال تھا۔ اس تخم ریزی میں سب سے نمایاں کردار تو انگریزی راج کے مخلوط نصاب تعلیم نے ادا کیا۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بہت سے لوگ آزادی کے بعد بھی اس کی آبیاری کرتے رہے۔ لیکن جب اس کے کڑوے پھل کے کھانے کا وقت آیا۔ اس وقت کسی کے چہرے پر بشاشت قائم نہ رہ سکی۔ ہر شخص کے چہرے پر خشونت و تندمزاجی کے آثار روشن ہو گئے۔ ہر جماعت دوسری جماعت سے بدگمان ہو گئی۔ اس لئے ضرورت پڑی تبدیلی ذائقہ کی۔ "قومی اتحاد و یکجہتی" کا فلسفہ یہی ہے۔

تحریک اتحاد و یکجہتی کے اقتضاء

اس وقت ہندوستانیوں کے سامنے یہ فلسفہ ایک مستقل تحریک کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ہمارے ارباب حل و عقد کی طرف سے اسی کی صدارت ڈاکٹر سمپورنانند سابق وزیر اعلیٰ اترپردیش کو تفویض کی گئی۔ اس تحریک کے بعد اب اسلامیان ہند سے یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ وہ ایران و یونان کے غیر مسلم ہیروؤں کا ادب و احترام تو ایک عظیم شخصیت کے طور پر کرتے ہیں۔ مگر انہیں مسلمانوں کے سامنے جب "ہندو اکابر" کا سوال آتا ہے تو وہ انہیں اس ادب و احترام کی نظروں سے نہیں دیکھتے۔ یقیناً یہ ایک اہم سوال ہے۔ اور مسلمانوں کو اس کا تسلی بخش جواب دینا چاہیئے۔

لیکن اس سے پیشتر کہ مسلمانان ہند اس کا کوئی جواب دیں۔ برادران وطن کو سوچنا چاہیئے کہ ایرانی و یونانی اور ہندو اکابر کی تصویروں میں کوئی فرق ہے یا نہیں اگر دونوں کی تصویریں ایک جیسی ہیں تو یہ سوال اور اہم ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان دونوں تصویروں میں کوئی فرق ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہی فرق مسلمانوں کی مخصوص تہذیب سے ٹکراتا ہے۔ اگر یہ فرق مٹا دیا جائے تو مسلمان "ہندو اکابر" کا بھی اسی طرح احترام کریں گے جس طرح وہ یونان و ایران کے غیر مسلم ہیروؤں کا کرتے ہیں۔

مرتبۂ الوہیت و انسانیت

اسلامی تہذیب کا طرۂ امتیاز "عقیدۂ توحید" ہے مسلمان کسی انسان کو مرتبۂ "الوہیت" پر نہیں بٹھا سکتا۔ وہ انسان کا احترام انسانی صفات کی بنیاد پر کرتا ہے۔ مسلمانوں نے جن غیر مسلم اکابر کو اپنا ہیرو مان لیا ہے۔ وہ وہی ہیں جنہوں نے انسانی وصف کے اجاگر کرنے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ علم و حکمت خدمت خلق اور تقویٰ و پرہیزگاری انسانیت کے قابل قدر جوہر ہیں مسلمان ہر اس انسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جس میں ان صفات کا غلبہ نظر آتا ہے۔ سقراط، افلاطون اور ارسطو یا اسی طرح کے دوسرے غیر مسلم اکابر جو مسلمانوں کے لٹریچر میں بھی ہیرو کے مقام پر نظر آتے ہیں وہی ہیں جن پر کسی انسانی جوہر کا غلبہ نظر آتا ہے۔

علمار ہنود کی طرز فکر

لیکن جب ہندو اکابر کی شخصیت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو یہاں ایک کھانے پینے اور جنسی اقتضاؤں پر عمل کرنے والے انسان کو بھی الوہیت کے مقام پر بٹھایا گیا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ وہ انسانی صفات سے منزہ تھے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہندو لٹریچر و روایات میں ان کی عزت محض ان کی قوت الوہیت کے باعث کی گئی ہے علمار ہنود نے ان کی تعظیم کی بنیاد انسانی صفات پر نہیں رکھی بلکہ ان کے نزدیک جب کوئی انسان حدِّ انسانیت سے نکل کر "سرحد الوہیت" میں پہنچتا ہے تو قابل تعظیم ٹھہرتا ہے مسلمانوں اور ہندوؤں کے طرز فکر میں یہی اختلاف ہے جس نے عام طور پر مسلم عوام کو "ہندو اکابر" سے دور رکھا ہے

حقیقت پسندی

لیکن دوسرا مقام حقیقت بینی و واقعہ شناسی کا ہے یہ مقام کسی قوم کے عوام کا نہیں ہوتا۔ علمار اور حکمار ہی اس نعمت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ مسلمانوں میں جو لوگ اس عزت سے بہرہ ور ہوتے ہیں انہوں نے جب ہندو اکابر کی شخصیت پر غور کیا۔ تو وہ بھی ان کا ادب و احترام کرنے سے باز نہ رہ سکے یہ اسلامی طبقہ کے وہی علمار و حکمار ہیں انہوں نے راجہ کرشن چندر جی راجہ رام چندر جی۔ گوتم بودھ اور دوسرے اکابر کو واقعیت کی نظروں سے دیکھا انہیں یہ انسانیت کے پاکیزہ مقام پر نظر آئے۔ اور انہوں نے بے ساختہ ان کی شان میں قصیدہ خوانی کی۔ اسلامی صوفیار اور علمار کی فہرست میں بہیرں ایسے نام نظر آتے ہیں جنہوں نے ہندو اکابر کی بزرگی و عظمت کا برملا اعتراف کیا۔ جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں بار بار ان بزرگوں کے نام دہرائے گئے ہیں حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کتنا پسندیدہ ہے کہ

ہر قوم راست راہے۔ دینے و قبلہ گاہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور

اور سچ تو یہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں انیسویں و بیسویں صدی کا جو سب سے اہم واقعہ رونما ہوا وہ اس تحریک کی داغ بیل ڈالنے کے لئے، ایک فرستادۂ الٰہی کا ظہور ہے جو اس تحریک کیلئے بھارت کی فضاء ہموار کرنے نمودار ہوئے۔ یعنی سیدنا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ کی بعثت۔ آپ نے اپنی زندگی میں تقریر و تحریر کے ذریعہ نیشنل انٹگریشن یا "قومی اتحاد و یکجہتی" کے لئے زبردست جدوجہد کی۔ آپ نے "ہندو اکابر" کی بزرگی کا اعتراف کیا اور ان کے بعض تشبیہی الفاظ جیسے آکاش۔ سورج۔ چاند اور پرتھوی کی ایسی لطیف ترجمانی کی کہ یہ چاروں دیوتا سورۂ فاتحہ کے بیان کردہ چاروں صفات ربانی کے مظہر قرار پائے۔ آج تک کسی کو یہ بصیرت عطا نہیں ہوئی تھی۔ اور کسی نے "نیشنل انٹگریشن" کے لئے دونوں قوموں کے مسلمات کی ایسی دلنشین تعریف نہیں کی تھی۔

نیشنل انٹگریشن کے تاریخی اشارے

ہم کو ہندوستان کی تاریخ میں جابجا "نیشنل انٹگریشن" کی روایات نظر آتی ہیں۔ ہندو اکابر میں جن لوگوں نے بھگتی کی تحریک میں حصہ لیا ان میں سے بعض کا یہ قول تاریخ میں بھی نقل کیا گیا ہے کہ

"اسلام حق است و دین من نیز درست است"

جیسے نوابوں اور لودھن برہمن سامی کے مقابل مسلمانوں میں بھی ایک ایسا طبقہ پیدا ہوا جو "وحدت ادیان" کا قائل تھا۔ اگر غور کیا جائے تو ان دونوں تحریکوں کی سرحد "نیشنل انٹگریشن" پر ہی ختم ہوتی ہے۔ مگر ابھی تک یہ تحریک کامیابی کا چہرہ نہیں دیکھ سکی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تحریک کو سرخرو بنانے کے لئے ہر قوم کو کچھ قربانی دینی پڑے گی۔ اور اپنے اپنے قوم بزرگوں کی سیرت و سوانح ایسے رنگ میں لکھنی پڑے گی جو دوسروں کے لئے بھی قابل قبول ہو۔ دنیا کی اکثر اقوام کے پاس اپنے بزرگوں کے کارنامے ہیں۔ اگر اس فرض کے ادا کرنے میں سب سے زیادہ کوتاہی کی ہے تو وہ "ہندو قوم" ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس قوم کے پاس سیرت و سوانح کا سرمایہ نہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ وہی "پران" جن میں ان بزرگوں کو الوہیت کے مقام پر بٹھایا گیا ہے۔ ان میں سیرت و اخلاق کے ایسے واقعات بھی ہیں جو ہر قوم کی نظروں میں پسندیدہ ہیں۔ آج ان واقعات کو "پرانوں" کے نظام فکر سے الگ کر کے اصلاح یافتہ طرز بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ اطاعت والدین، شوہر پرستی، تربیت اولاد، رعایا پروری، سیاست ملکی، خدمت خلق اور تقوےٰ و پرہیزگاری کیا ان داستانوں میں سے کسی کی ہندو لٹریچر میں کمی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہندو ادب میں بھی تعلیم و ہدایت کا یہ انمول ذخیرہ ہے۔ ضرورت صرف اسے منظر عام پر لانے کی ہے۔ حق تو یہ ہے نیشنل انٹگریشن کمیٹی کے چیئرمین کو مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرنے کی بجائے ایک ایسا ادارہ قائم کرنا چاہیئے تھا۔ جو ہندو اکابر کی سیرت و اخلاق کے پاکیزہ واقعات سے دوسری قوموں کو بھی روشناس کراتا جماعت احمدیہ یہ بھی اپنے فرائض میں سمجھتی ہے کہ ہر قوم کے ہیروؤں کا تعارف ان پر زور الفاظ میں کرائے جس کی بنیاد واقعیت و حقیقت پسندی پر ہو۔

کامیابی کی دوسری شرط

اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے جو دوسری شرط ہے۔ وہ "جذبۂ رواداری" ہے۔ اور

(باقی ص۴۵ پر)

اپنے مثیل کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام کی ایک تمثیلی پیشگوئی

(از مکرم سید محمد احمد صاحب سابق پراونشل امیر اڑیسہ)

قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک پیشگوئی بیان فرمائی ہے۔

ومثلھم فی الانجیل
کزرع اخرج شطأہ
فآزرہ فاستغلظ
فاستوی علی سوقہ
یعجب الزراع لیغیظ
بھم الکفار (سورہ فتح رکوع آخر)

کہ وہ (مسلمان) ایک کھیتی کی طرح ہوں گے جس نے پہلے اپنی کونپل نکالی پھر اور رفتہ رفتہ اور مضبوط ہوئی حتی کہ اپنے تنے پر مضبوطی سے قائم ہو گئی اور کاشتکار کو تعجب میں ڈالنے لگی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کفار دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آئیں گے۔

توریت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مثیل کے بارے میں پیشگوئی فرمائی ہے اور انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل کے بارے پیشگوئی کی تھی۔ یہاں خدا تعالیٰ نے دونوں پیشگوئیوں کو ایک ساتھ بیان فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمثیلی رنگ میں بعثت ثانیہ کے مسلمانوں کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ وہ پہلے نہایت ہی کمزور دکھائی دیں گے۔ ان کا سلسلہ اول اول نہایت کمزور ہوگا۔ ان کی آواز کو کوئی وقعت نہیں دی جائے گی بلکہ مجنون کی بڑ قرار دے کر درخور اعتنا نہ سمجھا جائے گا۔ مگر خدا تعالیٰ بار بار اپنے تائیدی نشانوں سے اس کو مضبوط کرتا جائے گا۔ یہاں تک کہ تناور درخت کی مانند ہو جائے گا۔ جس کی جڑیں زمین میں مضبوطی سے گڑ جائیں گی اور شاخیں آسمان تک بلند ہونے لگیں گی شیریں پھل اور خوشنما پھول پتوں سے آراستہ ہو کر دنیا والوں کو بڑا مضبوط اور تناور درخت دکھائی دینے لگے گا۔

گویا اس آیت کریمہ میں اس جماعت کی چار دوروں میں تدریجی ترقی کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلے دور میں سلسلہ نہایت ہی کمزور دکھائی دے گا اتنا کمزور کہ دنیا والے اس کے جلد تباہ و برباد ہو جانے کا قیاس کیا یقین کریں گے۔ دوسرے دور میں وہ پہلے کی طرح کمزور نہیں رہے گا بلکہ اس میں کچھ طاقت آ جائے گی۔ حقیر و کمزور سمجھنے والے اب اسے اتنا حقیر و کمزور نہیں سمجھیں گے۔ ان کی نگاہیں اس کا تباہ ہونا اور مٹنا ذرا مشکل معلوم ہونے لگے گا تیسرے دور میں وہ زیادہ مضبوط ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ لوگ یقین کریں گے کہ اب اس کا دنیا سے مٹنا ناممکن ہے دنیا کے خیالات بدل جائیں گے ساری دنیا میں اس کی وقعت و عظمت قائم ہو جائے گی۔ اس کے بعد ایک چوتھا دور آئے گا۔ جبکہ وہ ایک تناور درخت کی طرح دنیا والوں کو دکھائی دے گا۔ اس شاندار درخت کی شاخیں آسمان سے باتیں کریں گی اور جڑیں زمین کے اندر دور دور تک پہونچ چکی ہوں گی۔

ہمارے دیکھنے ہی کی بات ہے جبکہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام ہم میں تھے۔ نت نئی وحی الٰہی ہمیں سناتے تھے۔ تازہ تازہ کلام الٰہی ہمیں سنا سنا کر خدا تعالیٰ کے زندہ اور قادر ہونے کا ثبوت دے رہے تھے۔ خدا تعالیٰ علیم و خبیر سے خبر پا کر پیشگوئیاں بھی فرماتے تھے ان میں سے کچھ تو آپ کی عین حیات میں پوری ہو چکی تھیں کچھ آپ کے بعد پوری ہوئیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ کچھ پیشگوئیاں ایسی بھی ہیں جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں وہ وقت پر پوری ہو کر رہیں گی انشاء اللہ آئندہ کی پیشگوئیوں میں یہ بھی ہے کہ تین سو سال کے بعد میری جماعت کو غلبہ حاصل ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وغیرہ وغیرہ۔

میں عزت پاؤں گا اور میرے منکروں کو ان کا ادعا ان کو واپس ملے گا (ملخصاً)

اب حضرت مسیح علیہ السلام کی مندرجہ بالا پیشگوئی کی صداقت ملاحظہ فرمائیے۔ جوں ہی حضرت مسیح موعود نے دعوے کیا دنیا والوں نے کہا کہ پاگل ہو گیا ہے اس کی بات کون سنتا ہے یہ تو مجنون کی باتیں کرتا ہے۔ اس طرح جو منہ میں آیا کہہ دیا۔

کسی نے کہہ دیا کہ یہ نبی خیز ملکوں میں پیدا نہیں ہوا کسی بڑے شہر میں پیدا نہیں ہوا۔ ہندوستان میں پیدا ہو کر اتنی بڑی جسارت کر کے وہ مسیح موعود ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ پھر انگریزی حکومت کے ماتحت رہ کر ان کے عقیدے کے خلاف اپنے کو مسیح موعود واجب الاطاعت امام الزمان ٹھیراتا ہے۔ یقیناً اس کی شامت آگئی ہے۔ چند ہی دنوں میں ہلاک و برباد ہو جائے گا

ایک بڑے عالم اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے اسے بڑھایا ہے۔ اب میں ہی اسے گرا کر چھوڑوں گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور وہ اپنی خواہش اور ارادے کو پورا کرنے کے لئے پورا زور بھی لگا دیتے ہیں۔ آپ کو تباہ و برباد کرنا بالکل معمولی سمجھتے ہیں۔

امریکہ کا ایک شخص اٹھتا ہے۔ اور کہتا ہے میرے سامنے ان مکھیوں اور مچھروں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ ان کو پیروں تلے مسل دوں ایک پھونک سے اس کا کام تمام ہو جائے گا ساتھ ہی ان کے پیشکردہ اسلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مشرقی ممالک میں ممکن ہے اس کی نشوونما ہو جائے۔ مگر یورپ کی زمین اس کے لئے سازگار نہیں ہو سکتی۔

اپنی جماعت و جتھا پر گھمنڈ کرنے والے کہتے تھے کہ اس کے (حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام) ساتھ نہ کوئی جماعت ہے اور نہ ہی جتھا۔ چند معمولی اور ناقابل ذکر لوگوں نے اس کا ساتھ دیا ہوا ہے۔ اس کی تباہی میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ ہماری جماعت ہے ہمارا جتھا ہے۔ یہ ہم پر غلبہ کیسے پا سکتا ہے (نحن جمیع منتصر) ہم کامیاب ہوں گے یقیناً وہ ناکام رہے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

علم کا گھمنڈ رکھنے والے علماء کی طرف دیکھنے والے کہتے کہ یہ شخص جامع ازہر کا تعلیم یافتہ نہیں۔ فرنگی محلی علماء بھی نہیں یا دیوبند سہارنپور کا فارغ التحصیل نہیں۔ اور نہ ہی آجکل کی کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ مولوی فاضل ہے۔ مگر اتنی تعلّی سے کہتا ہے کہ ؎

منم مسیح زمان منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

کیا ہم میں سے کوئی بھی اس عہدے کے قابل نہ تھا۔ ایک گمنام پنجابی جسے عربی آتی ہے نہ فارسی نرے جاہل مطلق کو خدا نے اس عہدے کے لئے پسند کر لیا۔ نہیں نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

سرسید احمد خان اور ان کے ہم خیال لوگ جو ہمدردان ملک و ملت سمجھے جاتے تھے انہوں نے یہ ٹھان لی تھی کہ اس کی مخالفت نہ کی جائے۔ تا وہ طبعی موت مر جائے جو کوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مضمون لکھ کر لاتا اور ان کو دکھاتا تو بڑے ناراض ہوتے اور کہتے کہ تم ہی لوگوں نے اس کی مخالفت کر کے اس کو شہرت دی ہے۔ اس کی مخالفت چھوڑ دو یہ سلسلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔

غرض عیسائی ہندو اور مسلمانوں سبھی نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی تباہی و بربادی کو یقینی اور جلدی سمجھا اور ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں اس کی تباہی و بربادی کے خواب دیکھنے لگا۔

آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال پر نصف صدی کا زمانہ گذرا ہے اس عرصہ میں احمدیت کا دنیا میں ایک اور ہی رنگ نظر آنے لگا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو برا سمجھا جاتا اور کہا جاتا تھا اور ان کو گالی گلوچ دینا عین کار ثواب سمجھا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

بد گفتنم ز نوع عبادت شمردہ اند
در نظر شاں پلید تر از ہر مرز و دم

مگر آج یہ صورت ہے کہ برملا کہا جاتا ہے کہ "مرزا صاحب بڑے وقت شناس تھے"۔ مرزا صاحب نے ایک فعال جماعت تیار کی؟ (نیاز فتحپوری)

کل حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے متبعین کو نادان و بیوقوف کہا جاتا تھا۔ ہمارے سونگھڑہ کے لوگوں کو کہتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ یہاں کے چند بے وقوف سید ایک پنجابی مرزا کے پھندے میں پھنس گئے ہیں ورنہ اسے مانتا کون ہے۔ انہیں یہ بتانے کے لئے کہ اس وقت بنگال، بہار و حیدر آباد میں ہزاروں احمدی ہیں۔ لاکھ قسموں سے بھی پذیرا نہیں ہوتا تھا۔ آج خدا کے فضل سے کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں کہ صرف پنجاب کے چند لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کو مانا

لیا ہے۔ آج ساری دنیا میں آپ کے متبعین پائے جاتے ہیں

اور دیکھنے والے حیرت زدہ ہیں! اور ھم ارادلنا بادی الرای کہنے والے آج شرمار ہے ہیں جبکہ وہ ہماری جماعت میں بکثرت اہل علم اہل دانش اور اہل الرائے کو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے پاتے ہیں۔

آج احمدیوں کے بارے علی الاعلان یہ کہا جاتا ہے

"من حیث الجماعت مسلمانوں میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ ان کی تنظیم یگانگت ایثار و قربانی انفرادی جد وجہد مسلمانوں کے لئے قابل عبرت ہے"

(بحوالہ بدر ۳۷/۱)

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ جمہور مسلمانوں کے خود ساختہ عقائد کے خلاف ہونے کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو گردن زدنی اور کافر وغیرہ فتوؤں وغیرہ سے نوازا جاتا تھا۔ آج صورت حال یکسر بدل چکی ہے۔ یا تو صاف طور پر مسیح کو وفات یافتہ تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ یا جن کو اتنی جرأت نہیں وہ خاموش رہنا پسند کرتے ہیں۔

اسی طرح خاتم النبیین کی تشریح و توضیح جو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے کی۔ اسی تشریح و توضیح میں حضرت نبی کریم صلعم کی فضیلت ثابت ہونے کا اعتراف کیا جانے لگا ہے۔ آج دشمن دبی زبان سے اس کا بھی اعتراف کرنے لگا ہے۔ اور وہ دن بھی دور نہیں کہ ہندوں کثرت سے اس کے اعتراف کرنے والے پائے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس اسلام کا پرچار دنیا میں شروع کیا تھا اور یورپ والے اسے اپنے ملکوں میں غیر مقبول ہونے کا یقین رکھتے تھے آج وہی اسلام ان کے گھروں میں جا گھسا ہے اور ایک ایک کر کے ان کو مسلمان بناتا اور حضرت نبی کریم صلعم کی غلامی میں داخل کرتا جا رہا ہے۔ انہی کے ملکوں میں مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں۔ تثلیث پرستوں کو توحید کا عاشق و گرویدہ بنایا جاتا کہ صلیب کا کام شاندار رنگ میں انجام رہا ہے۔ اسلام اور احمدیت کے جانباز مجاہدوں کے زور آور رہیم۔ روحانی حملوں سے تثلیث پرستوں کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی ہے ان کے سپاہی ہر میدان میں پسپا ہو رہے ہیں۔

سنہ ۱۹۹۰ء کا چندہ وصیت

(بقیہ صفحہ ۱۵)

آدمی تھے اور نظر بھی کمزور تھی مگر دل کے دریچے کھلے تھے۔ درویشی وظیفہ پاتے تھے جو نہایت ہی قلیل ہوتا تھا

لیکن آپ کو تعجب ہوگا یہ دیکھ کر بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک کی چاردیواری پر ایک کتبہ نصب ہے جو تعمیر چاردیواری بہشتی مقبرہ کے ... چندہ دینے والوں کی فہرست پر مشتمل ہے۔ اس فہرست میں سر فہرست ایک نام بابا خدا بخش صاحب درویش کا ہے۔ جس کے سامنے ۱۳۰/۰ روپیہ کی رقم لکھی ہے۔ یہ وہی بابا خدا بخش صاحب تھے مرحوم ہیں جنہوں نے پائی پائی جوڑ کر ایک بڑی رقم بنائی۔ اور تعمیر چاردیواری کی مد میں دے کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ جماعت جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عزم لے کر اٹھی ہے اس کے عزم کو ایک تھی سے لے کر بڑے تاجر تک کے خلوص اور جذبہ قربانی کی پشت پناہی حاصل ہے۔ یا یوں کہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے جو غریبوں کے دلوں میں بھی قربانی کے بے پناہ جذبات بھر دیتا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ بابا خدا بخش صاحب مرحوم نے ایک ایک پائی جمع کر کے یہ رقم بنائی تھی

خداوند رحیم و کریم نے زمینی آسمانی تائیدوں سے احمدیت کو اس قابل بنا دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق اب وہ اخرج شطئہ کے دور سے نکل کر فآزرہ کے دور میں قدم رکھ دیا ہے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ابتدائی دور میں جب اس کی ترقی کا یہ عالم ہے ابھی آدھی صدی کے اندر اندر اس کی ایسی اٹھان ہے تو ہر صاحب عقل و ذی ہوش انسان یہ قیاس کرنے پر مجبور ہے۔ کہ اس پر جب استغلظ کا دور آئے گا تو کتنا شاندار ہوگا۔ پھر اس کے بعد فاستوی علیٰ سوقہ یعجب الزراع کے دور کا کیا کہنا!

خدا نے چاہا تو حسب پیشگوئی تین سو سال کے اندر اندر چاروں دور اس پر آ جائیں گے۔ احمدیت کی اس شاندار ترقی کو دیکھ کر دنیا حیران رہ جائے گی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ زوردار کلام اس وقت بڑی آب و تاب کے ساتھ پورا ہو کر حضرت مسیح علیہ السلام کے مثیل دونوں صداقت کو روز روشن کی طرح ثابت کرنے والا بنے گا انشاء اللہ۔

ان کی کوئی اولاد نہ تھی جس کے لئے وہ جمع کرتے تھے بلکہ وہ صرف خدا کی راہ میں دینے کے لئے جمع کرتے رہے اور جذبہ تو دیکھئے کہ ایک معمولی تھی اور درویش نے ایک گرانقدر رقم جمع کر لی۔ اور اس عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ ننھی ننھی بے مایہ سی بوندیں جن کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ جن میں کوئی طاقت نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ مجتمع ہوتی ہیں تو سیلاب بن جاتی ہیں۔ بڑے بڑے مضبوط مکانوں اور بستیوں کی بستیوں کو بہا کر لے جاتی ہیں۔

اور یہی وہ ننھی ننھی بوندوں کا اجتماع ہے جو جماعت احمدیہ کے غریب افراد کی جیبوں سے پائی پائی نکل کر ایک نقطہ مرکزی پر پہونچ کر سیلاب بن جاتا ہے۔ اور ایک ایک ٹکے لاکھوں کا جزو بن جاتی ہے۔ یہی وہ سحر ہے جو جماعت کے ہر فرد کے دل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھونک دیا ہے۔ اور آج ہماری جماعت خدا کے فضل سے ایک بڑی تنظیم کے ماتحت ایک قربانگاہ کے دہانے پر کھڑی ہے ایک آتا ہے اور اپنی قربانی دے کر چلا جاتا ہے اور دوسرا آتا ہے تو وہ اپنی قربانی دے جاتا ہے۔ قربانیوں کا یہ لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ ہمارے تھی بھی اٹھیں گے تو وہ حیرت میں ڈال دینے والی قربانیاں کریں گے اور ہمارے اپاہج بھی اٹھیں گے تو اسلام کی سربلندی کے لئے کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے

اور جس جماعت میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ اس کے اپاہج اور تھی بھی ہراول دستوں میں ... شامل ہو جائیں کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ ناکام ہوگی۔ وہ ضرور کامیاب ہوگی۔ کیونکہ اسے خدا کی تائید حاصل ہے۔

قومی اتحاد و یکجہتی

(بقیہ صفحہ ۱۲)

ایک ایسے نقطہ مرکزی کی تلاش بھی ضروری ہے۔ جہاں تمام قوموں کے افراد جمع ہو سکتے ہوں۔ نزول قرآن کے وقت جب مسلمانوں اور اہل کتاب کے مسلک میں تصادم ہوا تو اس بدمزگی کو دور کرنے کے لئے قرآن مجید نے ایک رستہ بتایا۔ وہ خود قرآن مجید کے الفاظ میں یہ ہے

قل یا اھل الکتاب تعالوا
الیٰ کلمۃ سواء بیننا و
بینکم ان لا نعبد الا
اللہ و لا نشرک بہ
شیئا

یعنی قرآن نے یہ دعوت دی کہ مسلمانوں اور اہل کتاب کو خدا کے نام پر اتحاد و اتفاق کر لینا چاہئے اور دونوں کو "حقوق الوصیت" کی حفاظت میں ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے نیشنل انٹگریشن کے لئے خدا

جیسا کہ بتایا گیا یہ طریقہ اس تحریک کے سب سے ضروری جزو کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہندوستانی قوم کے لئے آج بھی اس طریقہ کی اہمیت میں ذرا بھی کمی نہیں آئی۔ ہندو فلسفہ میں نبوت کا تصور نہیں پایا جاتا۔ اس کی ابتداء الوہیت سے ہوتی ہے یا پھر دہریت سے۔ اس لئے وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہندو قوم جس کی بڑی اکثریت الوہیت پر اعتقاد رکھتی ہے۔ اس اعتقاد کی نشر و اشاعت کے لئے مسلمانوں سے اشتراک عمل کرے۔ اور اس طرح آپس کی تلخی دور کرنے کے لئے ایک مستحسن قدم اٹھائے اور یقیناً اس اقدام سے اتحاد و یکجہتی کی روح کو جتنی تقویت پہنچے گی اور کسی طریقہ سے نہیں پہونچ سکتی۔

جماعت احمدیہ کے ذمہ اس کے مقدس بانی سیدنا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے خدا کی وحدانیت اور قومی اتحاد و یکجہتی قائم کرنے کا قابل قدر فریضہ سپرد کیا ہے۔ اسی لئے جماعت احمدیہ کے سترویں سالانہ جلسے کے موقعہ پر ہم اس تحریک کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ خدا کرے کہ اس فرستادہ الٰہی کا مقصد مذہبی سطح پر اور سیاسی سطح پر بھی پورا ہو جائے۔

ضروری اعلان

رسالہ الفرقان ربوہ ایک تبلیغی اور مذہبی رسالہ ہے۔ جس میں عیسائیوں، بہائیوں اور دیگر منکرین اسلام کے اعتراضات کے جواب دیئے جاتے ہیں۔ ہر نمبر میں ایک رکوع قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تفسیر بھی شائع ہوتی ہے۔ ٹھوس اور علمی مضامین ہوتے ہیں۔ سالانہ چندہ صرف چھ روپے۔

بھارت کے خریدار بعض شدہ الفرقان مکرم شیخ مسعود احمد صاحب ادیب فاضل قادیان کو رقم بھجوا سکتے ہیں۔

خاکسار

ابوالعطاء جالندھری ایڈیٹر الفرقان ربوہ

درخواست دعا

حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ کی صحت بوجہ پیرانہ سالی اکثر خراب رہتی ہے احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت کی لمبی عمر عطا فرمائے اور ہمیں آپکے قیمتی وجود سے زیادہ سے زیادہ فیضان حاصل کرنے کے مواقع میسر آتے رہیں۔ آمین۔

(ایڈیٹر بدر)

درویشان قادیان کا بلند کردار

از جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی-اے ناظر امور عامہ قادیان

اسلام دین کامل ہے۔ اس پر سچا ایمان لانے والے نہ صرف عقائد صحیحہ رکھتے ہیں بلکہ محاسن اعمال کے زیور سے بھی مزین ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ

والذی نفسی بیدہ لا یدخل الجنۃ الا حسن الاخلاق

یعنی اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا مگر وہی جو اچھے اخلاق کا مالک ہو۔ آپ نے اپنی بعثت کی غرض ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ بعثت لا تمم مکارم الاخلاق یعنی میں اچھے اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔ صدر اسلام میں مسلمانوں کی ترقی اور سربلندی کا ایک بڑا ذریعہ ان کے عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ تھے جن کو دیکھ کر لوگ اسلام کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ قرون وسطیٰ اور بعد کے زمانہ میں بھی جن پاکباز مسلمانوں اور قدسی صفات اولیاء اور مجددین نے اشاعت اسلام میں بیش گراں قدر خدمات سرانجام دیں وہ اپنے ایمان اور اخلاق حسنہ میں مثالی نمونہ رکھتے تھے۔ اور لوگ ان کی روحانی کشش سے اسلام میں جوق در جوق داخل ہوتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ موجودہ زمانہ کے عام مسلمان مکارم اخلاق اور محاسن اعمال میں اپنے بلند معیار سے گر چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے کردار کو دیکھ کر غیر مسلم بجائے اسلام کے قریب آنے کے اس دین حنیف سے دور اور بدظن ہوتے رہتے ہیں۔

عام مسلمانوں کے اخلاق کی گراوٹ

اس تعلق میں ذیل کا ایک مختصر نوٹ ہفت روزہ "صدق جدید" لکھنؤ سے نقل کیا جاتا ہے جس سے زمانہ سابقہ و موجودہ کے مسلمانوں کی اخلاقی حالت کا موازنہ و نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔

"مسلمان جہاں جاتے اپنے ساتھ اسلام کے پیغام کو لے جاتے وہ چلتے پھرتے دین کے داعی تھے وہ تاجر ہوں۔ کاشتکار ہوں۔ سیر ہوں یا سیاح ہوں ہر شکل میں اسلام کے پیامی تھے۔ وہ جہاں جاتے اسلام کا نقش دلوں میں بٹھاتے جاتے۔ لیکن آج حالت کیا ہے۔ اس کا اندازہ اس خبر سے لگایئے پاکستان کی ٹیم کھیلنے کے لئے ہندوستان آئی ہے۔ لیکن اپنے عمل سے وہ جو پیغام دیتی ہے۔ اسے دیکھ کر اسلام سمجھانا تو الگ بات رہی اُلٹے غلط فہمیوں کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ بیان کسی مخالف کا نہیں۔ ٹیم کے مینیجر ڈاکٹر جہانگیر خاں کا ہے۔ وہ اپنی رپورٹ میں انکشاف کرتے ہیں کہ پاکستانی کھلاڑیوں نے معاہدہ کے خلاف چھپ کر اور اعلانیہ شراب پی اور بدکاریوں کی طرف لپکے۔ یہ جنسی آوارگی اور شغل عیش کس نے اور کہاں اختیار کی۔ کیا ان لوگوں نے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ یہ دوسرے ملک میں مہمان بن کر جاتے ہیں لیکن ان کی آوارگیوں پر میزبان بھی چیخ پڑتا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ مسلمانوں کا طرز عمل کیا آج اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ نہیں۔"

(اخبار صدق جدید ۲۹ ستمبر ۱۹۶۰ء)

یہ اطلاع یقیناً ہر اس شخص کے لئے جو کلمۂ اسلام کی بلندی کا متمنی ہے باعث شرم و ندامت ہے اور مسلمانوں کی اس حالت پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ

لیکن چونکہ گلستان اسلام کا باغبان اور محافظ خود خدائے قادر و توانا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امت محمدیہ کو کوئی وقت ایسا نہیں آ سکتا کہ وہ سب کی سب ضلالت و گمراہی پر جمع ہو جائے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس دجالیت اور مذہب و روحانیت سے بیگانگی کے زمانہ میں بھی دین اسلام کی زندگی اور صداقت کا ثبوت دینے کے لئے اپنے وعدے کے مطابق ایک ایسی جماعت قائم کی ہے جس سے وابستہ افراد آج بھی اسلامی محاسن اخلاق کا نمونہ پیش کر کے غیروں کے سینوں کو نور محمدی سے منور کر سکتے ہیں۔ اس جماعت یعنی احمدیہ جماعت کی بنیاد ستر سال پیشتر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے خدا کے حکم سے تجدید دین و احیاء ملت کے لئے رکھی اور اس کے ذریعہ سے خلق محمدی کے ایسے پاکیزہ نمونے ظاہر ہوئے کہ علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بھی اسلامی سیرۃ کے ٹھیٹھ نمونے قرار دیا۔ اور اخلاق اور روحانیت کی ان مبین مثالوں کو دیکھ کر لاکھوں کروڑ مسلمانوں کا زندہ اور حقیقی اسلام پر ایمان مضبوط اور تقویت پذیر ہوا۔ اور ہزاروں غیر مسلم اسلام کے گرویدہ ہو کر اس کے حلقہ بگوش ہوئے۔

لیکن ان چند سطور میں گزشتہ ستر سال کے ان شاندار اخلاقی کارناموں کا تذکرہ ممکن نہیں جو اس الٰہی جماعت کے ذریعہ ظاہر ہوئے لہٰذا صرف زمانہ درویشی کے چند سالوں میں قادیان کے قلیل التعداد احمدیوں کے اعمال حسنہ و کردار کے متعلق چند بکھرے بکھرے اشارے ذیل میں کئے جاتے ہیں

خونریز ایام اور درویش

۱۹۴۷ء کے فسادات کے نتیجہ میں قادیان اور اس کے گردو پیش میں چند سو سر بکف اور جان بدست درویشوں کو جن پُر خطر اور غیر معمولی و غیر مانوس حالات میں زندگی بسر کرنا پڑی وہ ایک نہایت دردناک داستان ہے جس کا ذکر ملک کے مشہور صحافی جناب سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون نے اپنے مؤقر ہفت روزہ "ریاست" دہلی مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۵۷ء میں ان الفاظ میں کیا ہے:-

"یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ جب مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا۔ مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی ناقابل تلافی جرم تھا۔ مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر بھی کوئی مسلمان باقی نہ رہا اور وہ یا تو پاکستان چلے گئے اور یا قتل کر دیئے گئے۔ تو .... قادیان میں چند درویش صرف احمدی تھے جنہوں نے اپنے مقدس مذہبی مقامات کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اور انہوں نے تنگ ترین وقت لوگوں کے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے اور جن کو بلا خوف تردید مرد مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے اور جن پر آئندہ کی تاریخ ہمیشہ ہی فخر کرے گی کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔ ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دیا جانا چاہئے جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہیں اور موت کی پرواہ نہ کریں۔ اب بھی .... قادیان کے درویشوں کے اسوۂ حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت و احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دیا جانا چاہیئے۔"

(ہفت روزہ ریاست دہلی ۲ دسمبر ۱۹۵۷ء)

انہی حالات کا ذکر علامہ نیاز فتحپوری اپنے ماہنامہ "نگار" لکھنؤ بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"یہی وہ مختصر جماعت ہے جس نے ۱۹۴۷ء کے خونی دور میں اپنے آپ کو ذبح اور قتل کے لئے پیش کر دیا اور اپنے ہادی و مرشد کے مستقر اقرار کو ایک لمحہ کے لئے چھوڑنا گوارا نہ کیا۔"

ان ایام میں خدا تعالیٰ کی عطا ہوئی توفیق سے اس نفری قلیل نے جس صبر و ثبات خندہ روئی اور انشراح قلبی سے جانی اور مالی نقصان، سوشل بائیکاٹ، نقل و حرکت کی بندش اور زبانی سب و شتم کو برداشت کیا۔ اور اپنے ایمان کے اعلیٰ معیار کو پامردی سے قائم رکھا اور ان انتہائی پُر خطر حالات میں بھی قادیان کی مسجد اقصیٰ کے منارۃ المسیح سے پنجوقتہ اذان اور قادیان کی تین مساجد میں باجماعت نماز کا التزام اور نماز تہجد میں باقاعدگی اختیار رکھا۔ ایسی کی مثال موجودہ زمانہ میں شاذ ہی ملے گی۔ اس مقید حلقہ میں بھی تبلیغ حق کا کام بند نہیں ہوا۔ پیر وارد صادر کے دامن میں گلدستۂ اسلام و احمدیت کے خوشنما پھول ڈالے جاتے رہے۔ ہر رنگ ... مذاہب سے آنے والے غیر مسلموں کو دعوت حق دی جاتی کہ گزشتہ چودہ سال سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب زائرین دفتر زیارت میں آکر پوری دلچسپی اور ذوق و شوق سے تبلیغی باتیں سن چکے ہیں۔ قادیان کا سفید مینار بھی بیرونی لوگوں کے لئے باعث کشش اور خالص توحید کے داعی کا کام دے رہا ہے۔

لٹریچر کی اشاعت

مرکز قادیان کے زیر اہتمام جو تبلیغی لٹریچر شائع کیا گیا ہے نیز اس میں سے تین سال کا اندازہ علامہ نیاز فتحپوری نے ذیل کے الفاظ میں کیا ہے۔

"آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ پچھلے تیس سال کے عرصہ میں انہوں نے تعلیم الاسلام، سیرت نبوی ضرورت مذہب، خصوصیات قرآن وغیرہ متعدد مباحث پر ۲۴ کتابیں ہندی، اردو، انگریزی و گورمکھی زبان میں شائع کیں۔ اور ان کی چار لاکھ چالیس ہزار پانچسو کاپیاں تقریباً مفت تقسیم کیں"

(نگار ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء)

جلسہ سالانہ قادیان

جلسہ سالانہ قادیان جو چودہ سال سے درویشان قادیان کے زیر اہتمام ہوتا ہے اس میں جس طرح صحیح اسلامی روح کو پیش نظر اور اخلاق حسنہ کو اُجاگر کیا جاتا ہے۔ اس کا مختصر تذکرہ ایک مخالف اسلام اخبار "آریہ ویر" جالندھر کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے

"میں حیران ہوں کہ یہاں قادیان میں مسلمان مرزائیوں کا جلسہ سالانہ ہوتا ہے اس میں نہ تو لطیفے کہے جاتے ہیں۔ نہ ہی ساز باز کے ساتھ بھجن اور سینمائی طرز میں ہی گائی جاتی ہیں۔ نہ بزرگوں کے کے سوانگ ہی رچائے جاتے ہیں نہ ناٹک اور ڈرامے کھیلے جاتے ہیں۔ اور نہ بال سنوارے فیشن میں غرق پوڈر لپ سٹک لگائے نیم برہنہ لڑکیاں ہی نچائی جاتی ہیں۔ لیکن جلسہ کی رونق دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ لیکچر بڑے عالمانہ۔ اسلامی تعلیم میں رنگے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کے حقائق بتائے جاتے ہیں۔ مافوق کا یہ عالم کہ آریہ سماج کے جلسہ میں بھی اتنی نہیں ہوتی۔ یو پی۔ سی پی۔ بہار۔ پاکستان سے لوگ آ کر شامل ہوتے ہیں۔ ان کا اتحاد بھی قابل تعریف ہے۔ ڈسپلن اور انتظام بھی تعریف کے قابل ہیں۔ تبلیغی سپرٹ قابل تقلید اور پابندی نماز، تلاوت قرآن قابل رشک ہوتی ہے"۔

(آریہ ویر مورخہ ۲۴-۵-۵۴)

قادیان سے خروج

۱۹۴۹ء کے وسط میں جب درویش قادیان سے باہر نکلنے شروع ہوئے تو باوجود غیر معمولی طور پر خطرناک حالات کے تبلیغ حق کا فریضہ ہر وقت پیش نظر رہا۔ مقید زندگی کے بعد قادیان سے خروج کے یہ ابتدائی ایام خاص نوعیت کے تھے۔ جہاں بھی ہمارے احباب جاتے ہندوؤں اور سکھوں کا جم غفیر ان کے گرد اکٹھا ہو جاتا۔ ان موقع پر زبانی

تبلیغ کے علاوہ کثرت سے لٹریچر تقسیم کیا جاتا۔ جو لوگ بہت شوق سے لیتے اور پڑھتے کیونکہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی ندرت ہی ان کی کشش کا باعث تھی۔ یہ مٹھی بھر درویش اپنے لباس اور کردار کے اعتبار سے ایک سچے مسلمان کا نمونہ تھے۔ نمازوں کے اوقات میں باوجود غیر معمولی حالات کے ریلوے ٹرین، پلیٹ فارم، ویٹنگ روم یا کسی پارک میں باجماعت نمازیں ادا کرتے نظر آتے تھے۔ مے نوشی کا سوال نہیں۔ ان میں سے کوئی سگریٹ نوشی کا بھی ارتکاب نہ کرتا سینما، سرکس یا اسی قسم کا کوئی لغو کھیل تماشہ بھی ان کے لئے مخرب اخلاق ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ درویشوں کے ان اخلاق کا جو اثر ان غیر مسلموں پر ہوا جو مغربی پنجاب سے دکھ اٹھا کر اور زخم کھا کر آئے تھے۔ اس کا ذکر علامہ نیاز صاحب فتحپوری ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

"یہ وہ جماعت ہے جس نے محض اخلاق سے دشمنوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور ان سے بھی قادیان کو دارالامان ثابت کرا لیا"

(نگار ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء)

اسی طرح درویشوں کے متعلق غیر مسلم اخبار "غریب جنتا" گورداسپور مورخہ ۸ر فروری ۱۹۵۵ء لکھتا ہے کہ

"ضلع گورداسپور میں سوائے قادیان کے کہیں مسلمان نہیں اور قادیان کے مسلمان نہایت صلح کن اور شریف ثابت ہوئے ہیں ان سے کسی کو شکایت کا کبھی موقع نہیں ملا"

ایک لطیفہ

یہ لطیفہ ذکر کر دینے کے قابل ہے کہ ۱۹۵۱ء میں یہ راقم الحروف جالندھر کے پلیٹ فارم پر بک سٹال پر کتابیں دیکھ رہا تھا تو کالج کے بعض سٹوڈنٹ متعارف ہو گئے اور کہنے لگے کہ کیا آپ نے یہ ضرب المثل پڑھی ہے۔

When you are in Rome do as the Romans do

یعنی جب تم روما میں ہو تو روما والوں کا کردار اختیار کرو۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو انہوں نے میری داڑھی ٹوپی اور شلوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ لباس تو موجودہ ماحول میں زیب نہیں دیتا۔ میں نے کہا کہ یہی لباس تو آپ کے لئے کشش کا باعث بنا ہے۔ اور باغ وہی خوشنما ہوتا ہے جس میں رنگارنگ اور مختلف ذائقہ کے پھول اور پھل ہوں۔ ہمارے بھارت میں اگر گاندھی کیپ اور نہرو جیکٹ زیب دیتی ہے تو داڑھی ٹوپی اور شلوار بھی بد نما نہیں

تہذیب کا ہی حصہ ہے یہ کیوں بھونڈی معلوم ہو۔ اس پر انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ہم اعتراض کی خاطر نہیں کہہ رہے بلکہ آپ کی حفاظت کے پیش نظر کہا ہے

صنادید ہند کو تبلیغ

گذشتہ غیر معمولی حالات میں ان معدودے چند درویشوں نے جس طرح بڑے بڑے صنادید کو پیغام حق پہنچایا۔ اس کا تذکرہ بہت طویل ہے۔ جناب پنڈت نہرو وزیر اعظم ہند اور ان کی صاحبزادی مسز اندرا گاندھی۔ شری این۔ وی گاڈگل گورنر پنجاب۔ شری بھیم سین سچر گورنر آندھرا۔ ڈاکٹر ایم۔ سی مکرجی گورنر مغربی بنگال۔ شری سی سی ڈیسائی ہائی کمشنر کراچی۔ مسٹر اے۔ جے جان گورنر مدراس۔ اچاریہ ونوبا بھاوے بھودان لیڈر۔ مہارانی صاحبہ پٹیالہ اور مرکزی اور صوبائی افسران نیز قومی لیڈروں کو جس رنگ میں زبانی اور بذریعہ لٹریچر خدائی پیغام دیا۔ وہ اس حق الیقین کی غمازی کرتا ہے۔ جو درویشوں کے دلوں میں قرآنی تعلیمات اور اسلامی اصولوں کی سچائی کے متعلق پایا جاتا ہے ورنہ ہندوستان کے بڑے بڑے مسلمانوں کو جن میں رؤسا۔ امراء اور علماء شامل ہیں ایسی خدمت کی توفیق نہیں ملی۔ یہ ایمان ہی کی برکت ہے کہ یہ معمولی حیثیت کے درویش پیغام حق پہنچانے میں نڈر اور بے باک ہیں اور باوجود بے بضاعتی کے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر دو اعلیٰ عزت اور محبت بھی عطا کی ہے۔ قادیان میں سکھوں اور ہندوؤں کی اکثر تقریبات درویشوں کی شمولیت کے بغیر سونی اور بے رونق سمجھی جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ جب ۱۹۵۶ء میں کانگریس کے آل انڈیا سالانہ اجلاس بمقام امرتسر کے موقع پر درویش تبلیغی مہم پر گئے تو پنجاب کے فنانس منسٹر شری موہن لال جی نے ان کی رہائش گاہ پر پہنچ کر ان کی خیر و عافیت دریافت کی اور اسی طرح ایک دوسرے وزیر جناب سردار گوربچن سنگھ صاحب باجوہ نے الیکشن میں کامیابی حاصل ہونے پر درویشوں کے محلے میں مسجد مبارک میں آ کر ان کی معیت میں دعائے شکرانہ ادا کرنے میں سعادت سمجھی (وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین) اور انہوں نے اپنے ایک خط میں جو انہوں نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو ربوہ لکھا یہ الفاظ تحریر فرمائے۔

"میرے اس جگہ رہنے والے احمدی بھائیوں کو مجھ سے خاص ہمدردی ہے۔ اور ہر طرح سے میری عزت کرتے ہیں یہاں کا حسن اخلاق ہے اور آپ کی برکت جس کے لئے

آپ کا شکریہ۔ کیونکہ آپ ہی نے ان لوگوں کو ایسی خوش خلقی اور دوسروں سے پیار کا رستہ دکھایا ہے"

(خط مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء)

کھیلوں میں نمونہ

مضمون کا ابتدائی حصہ کھیلوں میں شامل ہونے والی ایک مسلمان ٹیم کے کھلاڑیوں کے کردار کی خبر سے شروع ہوا تھا۔ لہذا اس تعلق میں بھی درویشوں کے نمونہ کا ذکر ضروری ہے جو بفضلہ تعالیٰ اسلامی غیرت و حمیت سے مملو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ارشاد کے تابع رہا ہے۔ مشرقی پنجاب کے ابتدائی غیر مانوس ماحول میں درویشوں کی والی بال اور کبڈی کی ٹیمیں (درویش سوائے والی بال اور کبڈی کے اور کوئی کھیل بوجہ گراؤنڈ اور دیگر سامان کے حاصل نہ ہونے کے نہیں کھیل سکتے تھے) پھگواڑہ۔ لدھیانہ کپورتھلہ۔ پردوال۔ کھیم کرن۔ گورداسپور۔ دھاریوال۔ کنڈیلہ۔ اٹھوال وغیرہ مقامات پر کھیلنے کے لئے گئیں۔ کھیل کے دوران میں اور اس کے علاوہ ان کا نمونہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق رہا۔ ان شہروں میں درویشوں کو کبھی شراب خانہ یا سینما گھر کا خیال تک بھی نہ آ سکتا تھا۔ ہاں لدھیانہ میں انہوں نے دارالبیعت اور احمدیہ مسجد کی تلاش کر کے وہاں دعا اور باجماعت نماز ادا کی۔ اسی طرح کپورتھلہ میں بھی شاہی مسجد اور احمدیہ مسجد کی زیارت اور ان میں نماز ادا کی جب بھی ان کی ٹیم کو کامیابی حاصل ہوئی تو اسلامی طریق پر خوشی کا اظہار نعرہ تکبیر بلند کرنے سے کیا۔ اور ہمیشہ اسلام اور احمدیت کا لٹریچر ساتھ رکھا اور حسب موقعہ اس کو تقسیم کیا۔

مذہبی کانفرنس میں شمولیت

درویشان قادیان اس غیر معمولی ماحول میں ہمیشہ اعلاء کلمہ حق کے لئے کمربستہ رہے چنانچہ آریہ سماج سناتن دھرم یا عیسائیوں کی طرف سے تقسیم ملک کے بعد جب بھی کوئی اجتماع۔ کانفرنس یا مذہبی جلسہ ہوا اور مختلف مذہبی مسائل پر اسلامی نقطہ نگاہ پیش کرنے کا موقعہ ملا تو درویشوں کے نمائندے خطرہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسلامی دلائل و براہین اور لٹریچر سے لیس ہو کر ایسے اجتماعوں میں شامل ہوئے۔ اسی طرح مشہور گوردواروں میں سکھوں کے اجتماعوں میں بھی اسلام کے پیغام رحمت کو تحریراً اور تقریراً پہنچایا۔ مثال کے طور پر آریہ سماج کی کانفرنس بمقام ٹانڈہ، موگا، کپورتھلہ وغیرہ سناتن دھرمیوں کے اجتماعات بمقام طالب پور پنڈوری، حاجی پور، دتاپور رام تلائی، گورداسپور، کوردیشمپرا وغیرہ مقامات پر اور سکھوں کے مختلف اجتماعوں

اجتماعوں میں بمقام بابا بکالہ ۔ گوردوارہ بابا سری رام تیرتھ بسنتھیارہ ۔ بست سنگت بیاں ۔ گھمان ۔ نوشہرہ مجا سنگھ ۔ ... وال ۔ رمداس ۔ دربار صاحب امرتسر ۔ اچل صاحب ۔ جالندھر ۔ حنڈیالہ ۔ سری ہرگوبند پور ۔ بوڑھی صاحب ۔ ڈیرہ بابا نانک ۔ برج صاحب ۔ کلانور طغلوالہ ۔ بھینی ۔ ننگل ۔ کوٹلہ ۔ مسانیاں لسرائے ۔ ستھیالی ۔ بھٹیاں وغیرہ میں تقاریر اور تقسیم لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ حق کا فریضہ ادا کیا ۔ غرضیکہ قادیان اور اس کے باہر جہاں بھی درویش گئے انکی نشست و برخاست سے اسلام کا دلکش نمونہ اور شعار سکھ اور ہندو دوستوں کے سامنے آیا ۔ اس بارے میں جناب سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون ایڈیٹر "ریاست" نے بجا طور پر تحریر فرمایا ہے کہ

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک اسلامی شعار کا تعلق ہے ۔ ایک معمولی احمدی کا دوسرے مسلمانوں کا بڑے سے بڑا مذہبی لیڈر بھی مقابلہ نہیں کرسکتا ۔ کیونکہ احمدی ہونے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ نماز روزہ ۔ زکوٰۃ اور دوسرے اسلامی احکام کا عملی طور پر پابند ہو"

(ریاست دہلی ۱۳ نومبر ۱۹۵۲ء)

اسی طرح سکھوں کا مشہور روزنامہ "اجیت" جالندھر مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۵۳ء رقمطراز ہے ۔

"اس جماعت کو قریب سے دیکھنے اور پرچہ پڑھانے سے معلوم ہوا کہ اس جماعت کے لوگ بہت ہی با اخلاق اور رواداری اور بہت بلند خیالات کے مالک ہیں امید ہے کہ ایسے لوگوں سے ہی دوبارہ محبت اور سلوک پیدا ہوگا ۔ اور آپس میں جھگڑے اور فساد مٹ جائیں گے"

جناب پنڈت میلا رام وفا ایڈیٹر روزنامہ "ویر بھارت" جالندھر اپنے منظوم کلام میں قادیان کے احمدیوں کے متعلق فرماتے ہیں :-

اور پیرو انکے یعنی احمدی فرقہ کے لوگ
کار فرما رہتے ہیں ادا حق یہ وہ مذہب و امام
آدمیت کا نمونہ ان کا ہے ایک ایک فرد
سر بسر انسانیت کے پیکر ان کے خاص و عام
علم کی اخلاص کی اخلاق کی زندہ مثال
خوش مزاج و خوش خصال و خوش خیال و خوش کلام
آشتی و امن ہے ان کا اصولِ اولیں
اور سارے مذہب کے بانیوں کا احترام
([illegible])

پابندِ قانون اور پُر امن رویہ

درویشوں کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو اُن کا پُر امن ۔ روادارانہ اور پابند قانون رویہ ہے ۔ اس بارے میں اسلام کی بابرکت تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے درویشوں نے اپنے مقدس امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات کے ماتحت جو نمونہ دکھایا ہے ۔ اس کی مثال بھی پنجاب کے کسی دوسرے طبقہ میں ملنی دشوار ہے ۔ گذشتہ چودہ سال کے عرصہ میں کئی ایجی ٹیشن ۔ ہڑتالیں اور عدم تعاون کی لہریں جہاں سے ملک اور صوبہ میں اٹھیں ۔ لیکن درویشوں کی کشتی کبھی بھی اس متلاطم سمندر میں نہ ڈگمگائی اور امن و سلامتی کے ساتھ ساحلِ مراد کی طرف بڑھتی چلی گئی ۔ چنانچہ اس بارہ میں مشہور اخبار ریاست دہلی رقم طراز ہے

"مرحوم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیان کے مقلد یعنی احمدی مذہباً اور اصولاً ہر حکومتِ وقت کے وفاشعار ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہر مسلمان کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ برسراقتدار حکومت کے وفاشعار رہیں ۔ چنانچہ اپنے اس مذہبی اصول کے مطابق اُنہوں نے ہندوستان کی سیاسی تحریکوں میں حصہ نہ لیا اور یہ انگریزوں سے بھی ہمیشہ تعاون کرتے رہے اور انگریزوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد اب ان کی پاکستان میں تو یہ پوزیشن ہے کہ پاکستانی احمدی پاکستان گورنمنٹ کے وفادار ہیں اور ہندوستان کے احمدی ہندوستان کی قومی گورنمنٹ کے اخلاص کے ساتھ وفاشعار ہیں"

(ریاست دہلی ۱۷ دسمبر ۱۹۵۷ء)

حرفِ آخر

اس مختصر مضمون میں چند باتیں درویشان قادیان کے اخلاق اور مساعی جمیلہ کے متعلق ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں ۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کمزور اور بے بضاعت افراد کے ذریعہ حقیقی اسلام کی روحانی اور اخلاقی نمائندگی مشرقی پنجاب کے مسلمانوں سے یکسر خالی علاقہ میں ہو رہی ہے ۔ وہ قابلِ صد فخر و مباہات ہے ۔ بے شک مسلمانوں کے ایک طبقہ کی بے راہ روی اسلام کی بدنامی کا باعث ہوئی ۔ لیکن حضرت امام الزمان علیہ السلام کی مسیحائی کے طفیل آج بھی ان کے روحانی طیور گناہ و معصیت کی وادیوں اور گڑھوں سے بہت بلند آسمانی فضاء میں پرواز کر رہے ہیں ۔ اور ان کی مشکلات پر صبر اور جاں فروشانہ قربانیوں پر نظر کرتے ہوئے یہ یقین ہوتا ہے کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا زندگی بخش ہاتھ اس کی پشت پر ہے ۔ اور آج بھی اس کے نام لیواؤں میں ایسے پاکباز اور سرگرم عمل لوگ موجود ہیں جن کو دیکھ کر اسلام کی سچائی و راستی اور اس کا مؤید من اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے ۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حقیقی اسلام کے عالمگیر صلح کل اور نورانی پیغام سے ہمارے پیارے وطن بھارت کے اندھیاروں کو روشن کرے اور اسکے ماننے والوں کو آسمانی نشانات اور اعلیٰ اخلاق سے نوازے تا اس پاکیزہ مذہب کے متعلق جو "ابرِ رحمت" بناکر بھیجا گیا ہے ۔ عوام کی غلط فہمیاں اور تنفر دور ہو ۔ اور وہ جوق در جوق اس کی آغوش میں خدا تعالیٰ کا قرب وصال اور ابدی آرام و راحت پاسکیں ۔ آمین ۔

وآخر کلمنا حمدٌ و شکرٌ
لربٍ محسنٍ ذی الامتنان

اصحاب احمد کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا تبصرہ

آپ تحریر فرماتے ہیں :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

مکرمی و محترمی ملک صلاح الدین صاحب ایم ۔ اے

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اصحاب احمد کی جلد نہم جس میں حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی مرحوم کے حالات اور مشاہدات اور روایات درج ہیں ۔ آپ کی طرف سے موصول ہوئی ۔ جزاکم اللہ خیراً ۔ میں نے اس کا کافی حصہ پڑھ لیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے ۔ اور حضرت بھائی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے ۔ یہ کتاب خدا کے فضل سے نہایت دلچسپ اور ایمان افروز ہے ۔ بعض مقامات پر میں نے یوں محسوس کیا کہ گویا میں کتاب پڑھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں پہنچ گیا ہوں ۔ کئی واقعات ایسے نظر سے گذرے جو میری چشم دید اور گوش شنید تھے ۔ لیکن میں انہیں بھول گیا تھا یا میری یاد مدھم پڑ گئی تھی ۔ اس کتاب کو پڑھنے سے بہت سی دلکش اور روح پرور یادیں تازہ ہوگئیں ۔ حضرت بھائی صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی قریب ترین صحبت میں رہنے کا لمبا عرصہ ملا تھا ۔ اُنھوں نے ہر واقعہ کو غور سے دیکھا اور ہر بات کو غور سے سُنا اور اپنے ذہن میں محفوظ رکھا ۔ اور پھر نہایت دلکش رنگ میں اسے بیان کیا ۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء

اس جگہ اس بات کے بیان کرنے میں ہرج نہیں کہ اصحابِ احمد کی تین جلدیں مجھے خاص طور پر پسند آئی ہیں ۔ ایک وہ جلد جو حضرت نواب محمد علی خاں کے حالات اور روایات پر مشتمل ہے اور دوسرے وہ جلد جو حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے مشاہدات اور روایات پر مشتمل ہے اور تیسرے یہ جلد جو حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کے مشاہدات اور روایات پر مشتمل ہے ۔

میں جماعت کے دوستوں اور خصوصاً نوجوان عزیزوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ اصحابِ احمد کی جملہ جلدیں خرید کر ان کا مطالعہ کریں اور اپنے ایمانوں کو تازہ کریں اور خصوصیت سے مذکورہ بالا تین جلدوں کا تو ضرور مطالعہ کریں ۔ اس سے ان شاء اللہ ان کو ایک نئی روشنی حاصل ہوگی ۔ فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۱۲/۷/۶۱

دفتر زیارت مقامات مقدسہ قادیان کی تبلیغی سرگرمیاں

از محترم بھائی اللہ دین صاحب انچارج دفتر زائرین قادیان دارالامان

احمدیہ جماعت اپنی تبلیغی جدوجہد اور کوشش کے اعتبار سے تمام دنیا میں مشہور و معروف ہے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کا یہ کام فرزندان احمدیت نے نہایت مخالف حالات میں اپنی عزیز جانوں اور قیمتی متاع کو قربان کر کے سر انجام دیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ آواز جو آج سے پون صدی پیشتر اس غیر معروف بستی سے اکیلی بلند ہوئی تھی بڑھتی اور وسعت اختیار کرتی گئی۔ اور آج اس آواز کو ناممکن ہے کہ دنیا کے تمام گوشوں سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں پرشوکت اور موثر آوازیں خدا تعالیٰ کے سچے دین کی طرف بلانے کے لئے بلند ہو رہی ہیں۔

۱۹۴۷ء کے پُر آشوب زمانہ میں بھی جب قادیان کی مقدس بستی زغۂ اعداء میں گھری ہوئی تھی۔ جس طرح مسجد اقصیٰ کے بلند سفید مینار سے ایک وقت کے لئے بھی مؤذن کی اذان بند نہیں ہوئی اسی طرح خدا کے دین کی تبلیغ کسی حالت میں نہیں رُکی۔

قادیان میں فسادات کے بعد مقامی تبلیغ کا باقاعدہ دفتر ۲۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو زائرین کے نام سے کھولا گیا کیونکہ غیر مسلم لوگ فسادات کے بعد سے ہی کثرت سے جماعت احمدیہ کے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے آتے اور اسلام اور احمدیت کی باتیں سنتے تھے۔ شروع شروع میں سلسلہ کے ذمہ دار افسروں پر باہر سے آنے والے دوست سے خود مل کر سلسلہ کے حالات، جماعت کی تعلیم اور اسلامی خوبیوں سے آگاہ کرتے لیکن بعد میں جماعتی تنظیم کے سلسلہ میں دوسرے مشاغل کی کثرت کی وجہ سے یہ کام دفتر زائرین کے انچارج اور عملہ کے سپرد کر دیا گیا۔

علاوہ اس روحانی کشش کے جو قادیان کے مقدس مقامات اور جماعت کی اعلیٰ تعلیمات میں پائی جاتی ہے مشرقی پنجاب کے قریباً تمام حصوں سے مسلمانوں کا نکل جانا اور صرف قادیان میں ان کی ایک منظم صورت میں رہائش بھی اکثر لوگوں کے لئے باعث جذب بنی ہے۔ چنانچہ ہر طبقہ کے لوگ روزانہ ایک بڑی تعداد میں دفتر زیارت میں آتے ہیں۔ ان کو قادیان کے تاریخی واقعات مذہبی اہمیت نیز بانی سلسلہ احمدیہ کے خاندانی حالات آپ کی تعلیم اور صداقت کے نشانات و معجزات اور اسلام کی حقانیت کے متعلق تفصیلی معلومات دی جاتی ہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اکثر لوگ جو ایک خاص جذبہ کے ماتحت ہی آتے ہیں ہماری باتیں سن کر اور جماعت کے اعلیٰ نمونہ اور رواداری سے اطلاع پا کر بہت متاثر ہوتے ہیں۔ دفتر زائرین میں بہت سے فریم کنندہ قطعات بھی دیواروں پر آویزاں کئے گئے ہیں۔ جن پر اسلام اور احمدیت کی تعلیم اور صداقت اور بانی سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئیاں جلی الفاظ میں تحریر کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے فوٹو بھی دفتر زائرین میں لگائے گئے ہیں۔ جن کو دیکھ کر بالعموم زائرین حضرات بہت متاثر ہوتے ہیں زائرین کے سامنے علاوہ احمدیت اور اسلام کی دوسری خصوصیات بیان کرنے کے انہیں اس بات سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ ابتدائے آفرینش سے ہی خدا تعالیٰ کے پیغمبر نبی اور اوتار دنیا میں ایسے زمانہ میں آتے رہے ہیں جن میں گناہ اور پاپ اور بدیاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں اور مذہب سے دوری اور خدا تعالیٰ سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے جس زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں یہ بھی ایسا ہی ہے کہ مختلف اقسام کی برائیاں اس میں پھیل گئی ہیں۔ اور اس کی ہماری مذہبی کتابوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا کہ جب ایسا زمانہ آئے گا تو اس میں ایک عظیم الشان مامور من اللہ کی بعثت ہوگی جس کے ذریعہ سے ایسا روحانی انقلاب ہوگا کہ تمام قسم کی برائیاں دور ہو جائیں گی اور دوبارہ محبت اور پریم کے جذبات انسانی دلوں میں پیدا ہونگے۔ اور اس زمین پر دوبارہ امن سلامتی اور آشتی کے چشمے بہنے شروع ہو جائیں گے۔

الغرض انہیں مذہبی کتابوں کی پیشگوئیوں کے مطابق ۱۸۳۵ء میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس مقدس بستی میں پیدا ہوئے۔ اور آپ نے خدائی ارشادات کے مطابق دنیا کو یہ مژدہ سنایا کہ وہ آنے والا موعود جس کی قومیں انتظار کر رہی تھیں وہ میں ہی ہوں

آپ نے اپنے آنے کی غرض یہ بیان فرمائی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس غرض کے لئے مبعوث فرمایا ہے کہ میں یہ ثبوت دوں کہ خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات آج بھی زندہ موجود ہے دعاؤں کو سننے والا نیک انسانوں کی آڑے وقت میں مدد کرنے والا اور تمام قسم کی اعلیٰ طاقتوں اور قدرتوں کا مالک ہے۔ سو اس ثبوت کو آپ نے احسن طریق سے پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا اور ہر طریق سے مخالفوں کی تسلی کرانے پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔

آپ نے اپنی بعثت کی دوسری غرض یہ بیان فرمائی کہ انسانی دلوں سے نفرت اور دشمنی و عداوت کے جذبات کو نکال کر ان کی جگہ محبت پریم اور ہمدردی کے جذبات پیدا کروں سو آپ نے اس غرض کی تکمیل کے لئے بہت سے سنہری اصول بیان فرمائے۔ مثلاً تمام دنیا کی قائم رہنے والی سچائیوں کو تسلیم کرنا خدا تعالیٰ کو رب العالمین کر کے ماننا تمام نبیوں اور اوتاروں کا احترام کرنا صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنا اور دعویٰ اور دلیل کو اپنی کتابوں سے پیش کرنا وغیرہم۔

مندرجہ بالا امور کے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ نے دوسرے مذاہب کے ساتھ جو رواداری اور ہمدردی کا سلوک کیا ہے۔ اس کو آنے والے معزز زائرین کے سامنے بیان کیا جاتا ہے مثلاً (الف) نواکھلی میں ہندوؤں کے خلاف جب مسلمانوں نے فتنہ دکھایا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار روپیہ کی کثیر رقم گاندھی جی کو بھجوائی۔ (ب) جب بہار میں مسلمانوں کے خلاف فسادات ہوئے اس موقعہ پر بھی ہمارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مبلغ پانچ ہزار کی ایک خطیر رقم اٹھائی۔ وہاں کے لئے بھجوائی۔

ان آنے والے معززین زائرین کو مطالعہ کے لئے لٹریچر بھی پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں علاوہ دوسرے ٹریکٹوں کے گورمکھی میں کتاب یسوع فی ہیل اور اس کا اردو ترجمہ کتاب سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ ٹیچنگ آف اسلام انگریزی اور اس کا اردو اسلامی اصول کی فلاسفی

پیغام صلح اردو انگریزی اور ہندی خاتم النبیین گورمکھی اور انگریزی اور خصوصیات قرآن مجید چنانچہ یکم جنوری ۱۹۴۷ء سے لے کر جنوری دسمبر ۱۹۶۱ء تک ۱۲۸۸ ٹریکٹ تقسیم کئے گئے ہیں۔

اور ماہ جنوری سے لے کر تیس دسمبر تک ۹۱۲۴ معزز زائرین برائے زیارت مقامات مقدسہ ہمارے دفتر میں تشریف لاچکے ہیں جو دفتر سے تبلیغ و ہدایت کی باتیں سن چکے ہیں۔ ان آنے والے معزز زائرین میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ مثلاً تاجر۔ کارخانہ دار طالب علم۔ جج و فیسر۔ اخبارات کے ایڈیٹر پریس کے نمائندے سرکاری محکمہ جات خوراک عدالت انتظامی پولیس مال ڈاک خانہ جات فوجی ریلوے وغیرہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نیک نتائج پیدا فرمائے۔

یہ عجیب بات ہے کہ تقسیم ملک کے بعد جب کہ جماعت کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مع اکثر معزز احمدیوں کے قادیان سے ہجرت فرما چکے ہیں اور اب اس مقدس بستی میں دنیوی اور ظاہری اعتبار سے کشش کے سامان تقریباً مفقود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو روحانی طور پر اپنے وعدہ کے مطابق لوگوں کو ستائش اتار رہا ہے۔ گویا کہ یہ بستی اس وقت مشرقی پنجاب میں اسلام اور احمدیت کی سچائی کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میلاپور۔ مدراس میں

مدراس میں میلاپور وہ محلہ ہے جہاں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے حواری تھوما کی قبر اور ایک گرجا تعمیر کردہ گرجا ہے۔ مدراس کے اس علاقہ میں حضرت مسیح مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں جماعت قائم ہو چکی تھی۔ آجکل اس محلہ کے سرگرم رکن ہمارے مکرم علی محی الدین صاحب سیکرٹری تبلیغ ہیں۔ مورخہ ۳ دسمبر بعد نماز مغرب ان کے مکان پر جلسہ سیرۃ النبی صلعم منعقد ہوا جس کی صدارت کے فرائض خاکسار نے سرانجام دئے جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جو ایک غیر احمدی خواجہ محی الدین صاحب نے قرآن نے کی۔ بعدہٗ مکرم عزیز بیگ صاحب اور مکرم محمد رفیق صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم نعتیہ کلام درثمین سے سنایا۔ اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرم عبداللہ صاحب نوجوان کی انگریزی میں ہوئی آپ نے اسلام کی خصوصیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ کامل کو پیش کیا مکرم نوجوان موصوف کے بعد مکرم حکیم محمد سلطان صاحب نے تامل زبان میں تقریر کی اور آنحضرت صلعم کے لقب "سراج منیر" کی لطیف تشریح بیان کی۔ ہاتف خاکسار نے اپنی تقریر میں بتایا کہ آجکل سائنسدانوں کو راکٹ پر اپر ...

۲۔ پاکر بھی خدا نظر نہ آیا مگر آنحضرت صلعم کو غار حرا میں مل گیا۔ اور آپ غار حرا سے جب نکلے تو دنیا کیلئے ایک مکمل نظام حیات کا پیغام لیکر نکلے۔ اور پھر آپ کے ذریعہ دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کیا۔ اسلام آج بھی زندہ مذہب ہے اسلام کے

درود شریف دنیوی و اُخروی برکات کا ذریعہ ہے

از محترمہ مس محبوبہ بیگم صاحبہ بی۔اے بی ایڈ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ حیدرآباد دکن

قبل ازیں اس عنوان کے تحت دو قسطیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کی ایک اور قسط ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ یہ بہت وسیع مضمون ہے۔ اس پر ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ پھر بھی ختم نہیں ہو سکتا۔ قربان جائیں ہمارے آقا کے کلام پاک پر۔ ایک وسیع سمندر ہے جس میں سے یہ چند تحفے ہیں۔

محبت تو دوائے ہزار بیماری است
بروئے تو کہ رہائی دریں گرفتاری است
پناہ روئے تو جستن نہ طور مستان است
کہ آمدن بہ پناہت کمال ہشیاری است
متاع مہر رخ تو نہاں نخواہم داشت
کہ خفیہ داشتن عشق تو زغداری است
بہ ایں سرم کہ سر و جان فدا کنم بہ رہت
کہ جاں بہ یار سپردن حقیقت یاری است
(آئینہ کمالات)

ترجمہ:۔ تیری محبت سینکڑوں بیماریوں کی ایک دوا ہے۔ تیرے چہرہ کی قسم کہ نجات اس گرفتاری میں ہے۔ تیرے چہرہ کی پناہ لینا مستوں کا کام نہیں بلکہ تیری پناہ میں آنا تو کمال درجہ کی ہوشیاری ہے۔ میں تیری محبت کے سرمایہ کو پوشیدہ نہیں رکھوں گا کیونکہ تیرے عشق کو پوشیدہ رکھنا بے وفائی میں داخل ہے۔ میں نے عزم کر لیا ہے کہ اپنا جسم اور جان تجھ پر فدا کر دوں گا کیونکہ اپنی جان محبوب کے سپرد کر دینا ہی محبت کی حقیقت ہے۔

اے خالقِ ارض و سما بر من در رحمت کُشا
دانی تو آں درد مرا کز دیگراں پنہاں کنم
از بس لطیفی دلبرا در ہر رگ و تارم درآ
تا چوں بخود بینم ترا دل خوش تر از بستاں کنم
دور کن اے پاک خو جاں بر کنم در ہجر تو
نالاں ہمچو گریم کز دیگ حالے گریاں کنم

ترجمہ:۔ اے زمین و آسمان کے خالق! مجھ پر اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے۔ تو میرے درد کو جانتا ہے جسے میں دوسروں سے چھپاتا ہوں۔ اے میرے دلبر تو بہت ہی لطیف ہے تو میرے وجود کے ہر رگ و ریشہ کے اندر آ جا تاکہ جب میں تجھے اپنے اندر پاؤں تو میرا دل باغ باغ ہو جائے اور اے پاک خو اگر تو نے میرا خوف نہ ملی تو میں تیری جدائی کی تاب نہ

لا کر اپنے کو ہلاک کر ڈالوں گا اور ایسا روؤں گا کہ اپنے ساتھ ایک جہان کو رلاؤں گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ اتباع نبوی کی عظمت و شان و برکات ظاہر فرماتے ہوئے کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں۔

آں شہ عالم کہ نامش مصطفیٰ
سید عشاق حق شمس الضحیٰ
آنکہ ہر نورے طفیل نور اوست
آنکہ منظور خدا منظور اوست

ترجمہ:۔ وہ تمام جہان کا بادشاہ جس کا نام مصطفیٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے عاشقوں کا سردار اور شمس الضحیٰ ہے۔ وہ ہر ایک نور جس کے نور کے طفیل سے ہے۔ آپ کی یہ شان ہے کہ آپ کا منظور نظر خدا کا منظور نظر ہے۔

حضور اقدس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف پڑھنے میں ایک زمانہ تک مجھے بے حد استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خود خدا بھی فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ یعنی اس تک پہنچنے کے لئے اس کا بنایا ہوا وسیلہ اختیار کرو۔ تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستہ سے اور ایک بیرونی راستہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں "ھٰذا [illegible] صلیت علیٰ محمد" (حقیقۃ الوحی) یعنی یہ اس بات کی وجہ سے ہے کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔

حضرت اقدس کے لٹریچر میں ہر جگہ نمازوں میں گناہوں کی معافی مانگنے، استغفار کرنے اور قرآن و درود شریف کے التزام کی تاکید ہے اور درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید ہے اور درود شریف ہی ذریعہ محبت نبوی اور تنویر باطن کا ذریعہ ہے۔ انوار الٰہیہ کے نزول کا ذریعہ ہے۔

اسی سے دنیا اور آخرت دونوں سنورتے ہیں۔ درود شریف ہی رضائے الٰہی کا واحد ذریعہ ہے۔ اپنی تمام خواہشوں اور مرادوں کے بجائے اللہ تعالیٰ سے درود شریف ہی کی دعا مانگنا ہی خدائے عز و جل کی خوشنودی کا باعث ہے۔ درود شریف ہی کا ہدیہ آنحضرت صلعم کو پہنچتا ہے۔ درود شریف میں ہی ساری دعائیں آ جاتی ہیں ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درود شریف پہنچاتے ہیں۔

عجب نوریست در جانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف
کہ گردد از محبانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ
دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم
نثار روئے تابانِ محمدؐ
جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است
دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکان ندائے جمالِ محمد است

حدیث شریف میں اس بات کی خاص تعلیم دی گئی ہے اور تلقین کی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم پر درود کامل توجہ، کامل عقیدت، کامل محبت، کامل دلسوزی کے ساتھ اور انتہائی عشق و محبت سے بھیجنا چاہیئے۔ محض کثرت شماری کوئی خاص فضیلت کی بات نہیں بلکہ اصل فضیلت اس بات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتر سے بہتر طور پر درود بھیجا جاوے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق تو اس درجہ پر تھا کہ ایک دو دفعہ کے درود بھیجنے پر فیضانِ باری کا نزول ہوتا تھا۔ اور اکثر دفعہ کشفیہ رنگ میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کثرت سے ہوئی ہے۔ یہ تو خاص مقام تھا۔ خدا تعالیٰ جمیع مومنین کو اس مقام کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر درود بھیجا کرو۔ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا خود تمہاری پاکیزگی اور ترقی کا ذریعہ ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کو تشریف لائے تو حضور کے چہرہ پر خاص طور پر بشاشت تھی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آج حضور کے چہرہ پر خاص طور پر خوشی کے آثار ہیں۔ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ نے آ کر مجھے کہا ہے کہ تمہاری امت میں سے جو شخص تم پر ایک بار سچے دل سے درود بھیجیگا اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ دس نیکیاں لکھے گا۔ اور اس کی دس بدیاں معاف فرمائے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا اور اس کی رحمت اس پر نازل کرے گا۔ جیسی اس نے تمہارے لئے مانگی ہوئی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ کثرت سے درود شریف پڑھنے والا اسی زندگی میں جنت کے اندر اپنا مقام دیکھ لیتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا انسان کو گناہوں سے بالکل پاک کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز میرے سامنے تمام لوگوں سے زیادہ تعلق اور قرب رکھنے والا شخص وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔

اکثر حدیثوں سے مترشح ہے کہ مومن کو چاہیئے کہ اپنے تمام مقاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد کے تابع کر دے اور کوئی ایسا مقصد اپنا نہ بنائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد سے خارج ہو اور اپنی تمام دعاؤں کا مرکزی نقطہ درود شریف ہی رہے۔ اپنا ہر دعا جو پڑھے اس کی ابتداء درود شریف سے ہو۔ اور اس کا اختتام درود شریف پر ہو۔ اور اپنے ہر کام کی ابتداء درود شریف سے ہی ہو اور انتہا بھی درود شریف ہی پر ہو۔ اکثر حدیثوں میں بہترین اور جامع دعا درود شریف ہی کو بتایا گیا ہے اور اسی دنیا اور آخرت میں محمود ہونے کا اور انجام بخیر ہونے کا بہترین ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مکتوبات احمدیہ میں فرماتے ہیں کہ
خدا تعالیٰ دنیا و آخرت محمود کرے اور بعد نماز عشاء درود شریف بہت پڑھیں۔

اس حدیث کی بنا پر ایک دفعہ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب رض نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میں باقی سب دعاؤں کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی درود بھیجا کروں گا۔ اس پر حضرت اقدس نے [illegible] کہ حضرت مفتی صاحبؓ کے لئے دعا فرمائی گویا حضور

اقدس نے اس عمل کو بہت پسند فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تک دعا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے اس وقت تک وہ آسمان پر نہیں پہنچی بلکہ نیچے ہی رہتی ہے۔

غرض درود شریف ہی قضائے حاجات کا ذریعہ ہے۔ درود شریف ہی ہر بیماری کا علاج ہے۔ درود شریف ہی ہر مشکل کا علاج ہے۔ درود شریف ہی تنگی کے دور ہونے کا ذریعہ ہے۔

حضرت جابر بن عمرو سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور مجھ پر درود بھیجنا تنگی کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

درود شریف ہر وقت پڑھیں اور کثرت سے پڑھنے کے لئے موزوں وقت بعد نماز مغرب و عشاء ہے۔

دار قطنی نے اپنی کتاب میں اور ابن بخاری اپنی تاریخ میں (مجموعہ سعادت صفحہ ۱۴۲) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص حاضر ہوا۔ اور سلام کیا اس کو حضرت نے جواب دیا اور خوش ہو کر اپنے پہلو میں بٹھایا جب وہ شخص اپنی حاجت عرض کر کے اٹھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر یہ شخص ہے کہ بلند کئے جاتے ہیں عمل اس کے ... مانند سب عمل رکھنے زمین والوں کے۔ عرض کیا میں نے کیا ... سبب اس کا۔ فرمایا کہ جب ہوتی ہے صبح مجھ پر ایک درود دس بار بھیجتا ہے کہ مانند درود سب خلق کے ہوتا ہے

اب میں اس خط کو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خاص ارشاد کے ساتھ ختم کرتی ہوں۔ رب العالمین ہمیں خواہ ہم چھوٹے ہوں یا بڑے اس کی برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ ہمارے پیارے امام کو جلد صحت کلی عطا فرمائے۔ درازئی عمر سے بھی مالا مال کرے اور ... اور دشمنوں کا نظارہ دکھائے آمین ثم آمین

درود کی حقیقت

درود دراصل اس احسان کا اقرار ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر کیا ہے۔ اور احسان کا اقرار انسان کے لئے از حد ضروری ہے کبھی کسی شخص کے اعمال میں پاکیزگی نہیں پیدا ہو سکتی جب تک وہ اپنے احسان کرنیوالے کا احسان مند نہیں ہوتا کیونکہ تمام صفائی اعمال میں احسان مندی سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ بات ضروری ہے کہ ہم کثرت سے درود پڑھیں تاکہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانوں کے لئے آپ کے احسان مند ہوں۔ اور پھر ہمارے اعمال میں پاکیزگی اور صفائی پیدا ہو۔"

قادیان میں احمدیہ شفاخانہ

جماعت احمدیہ کی رواداری اور خدمت خلق کا نمونہ

صدر انجمن احمدیہ قادیان نے اپنے نہایت ہی محدود ذرائع اور غیر معمولی مخالفانہ حالات کے باوجود انسانی ہمدردی کی جماعتی روایات کو قائم رکھتے ہوئے ملکی تقسیم یعنی ۱۹۴۷ء سے اپنی طرف سے ایک خیراتی شفاخانہ کھول رکھا ہے جو کہ احمدیہ شفاخانہ کے نام سے موسوم ہے۔ فسادات ۱۹۴۷ء سے پہلے انجمن کی طرف سے جدید آلات سے مکمل طور پر آراستہ ایک ہسپتال (جو کہ نور ہسپتال کے نام سے مشہور تھا) قائم تھا۔ جو اب سرکاری ہسپتال کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ چونکہ یہ ہسپتال حکومت وقت کے قبضہ میں جا چکا تھا۔ اس لئے جماعت احمدیہ نے اپنے محلہ میں ایک موزوں بلڈنگ میں خیراتی شفاخانہ کا انتظام کر دیا۔ جو کہ اس وقت سے ہر مذہب و ملت کے لئے یکساں طور پر نہایت ہمدردی کے ساتھ طبی امداد پہنچاتا چلا آ رہا ہے۔

۱۹۴۷ء سے لیکر اب تک شفاخانہ احمدیہ نے ۲۲۴۶۷ مسلم اور ۵۱۸۲۴۴ غیر مسلم مریضوں کا آؤٹ ڈور کے طور پر اور ۱۵۳۹ مسلم و غیر مسلم مریضوں کا شفاخانہ میں داخل رکھ کر علاج معالجہ کیا ہے۔ اور دوران سال میں یعنی یکم جنوری سے آخر نومبر ۱۹۵۱ء تک ۲۶۳۹۰ مسلم و غیر مسلم مریضان کا علاج معالجہ کیا ہے۔ شفاخانہ کی کارکردگی کے سلسلہ میں اس امر کا ذکر نامناسب نہ ہوگا۔ کہ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۵۱ء کو مسٹر جیند ربان صاحب ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر صاحب گورداسپور نے شفاخانہ کا معائنہ کرانے کے بعد اپنے جو تاثرات شفاخانہ کی معائنہ بک میں انگریزی میں درج کئے۔ اُن کا اردو ترجمہ یہ ہے

"میں نے آج احمدیہ ہسپتال قادیان کا معائنہ کیا۔ یہ شفاخانہ بہت صاف اور ستھرا پایا گیا اور ادویات باقاعدہ ترتیب سے رکھی ہوئی ہیں اور ان پر باقاعدہ لیبل لگے ہوئے ہیں۔ نئے مریضوں کی حاضری تقریباً دس ہزار ہے۔ یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ ادارہ لوگوں میں بہت ہر دلعزیز ہے۔ اور یہ شہر کے مرکز میں مناسب موقع پر بھی ہے۔ یہ ہسپتال تمام مذاہب و اقوام کے لوگوں کے لئے کھلا ہے۔ اور بڑی عمدگی سے مفید خدمت پبلک کی کر رہا ہے۔"

اسی طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے تعلقات لوکل سرکاری ہسپتال اور لوکل ڈاکٹر صاحبان سے بہت اچھے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر پریتم سنگھ صاحب انچارج نور ہسپتال (سرکاری) قادیان اور ڈاکٹر کیدار ناتھ صاحب۔ ڈاکٹر رنجوت سنگھ۔ ڈاکٹر مگن ناتھ صاحب خاص طور پر تعاون کرتے رہتے ہیں۔ ہسپتال میں ان ڈور اور آؤٹ ڈور مریضوں کا علاج کرنے کے علاوہ قادیان شہر اور بیرونی دیہات میں جا کر بھی مریضوں کو دیکھنے کا اکثر موقع ملتا ہے

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی طرف سے باوجود محدود ذرائع اور وسائل کے خدمت خلق کا یہ بہترین طریق جاری ہے۔ قادیان اور ارد گرد کے دیہات پر اس کا اچھا اثر ہے۔

احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ بنی نوع انسان کی بہتر رنگ میں خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

غلام ربانی درویش انچارج شفاخانہ

احمدیہ قادیان۔

امتحان مولوی فاضل میں کامیابی

جامعہ احمدیہ کے ایک طالب علم بشیر الدین صاحب سو نگھڑوی ماہ نومبر منعقدہ امتحان مولوی فاضل میں ۲۲ شریک ہوئے تھے اور ۲۲۰/۴۰۰ نمبر حاصل کر کے کامیاب ہوئے۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ عزیز کی اس کامیابی کو انکے لئے اور سلسلہ کیلئے موجب برکت و فضل بنائے۔ آمین

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

تبصرہ

رسالہ الفرقان کا حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ نمبر

اللہ تعالیٰ بھلا کرے محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل کا جنہوں نے رسالہ الفرقان کا حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نمبر شائع کیا جس سے حضرت میر صاحبؓ کی یاد پھر تازہ ہو گئی۔ آپ کی شخصیت کس قدر بلند تھی اور آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں کس طرح گھر کئے ہوئی تھی جب اس نمبر کے مختلف الانواع مضامین پڑھتے ہیں اس کا بخوبی علم ہو سکتا ہے۔ اور پھر آپ کی کامیاب زندگی میں جو علمی عملی اور انتظامی خدمات آپ نے سرانجام دیں اُن سے بھی بہت حد تک واقفیت ہو جاتی ہے جس سے دلوں میں نیکی کی تحریک اور بلا معاوضہ محض رضاء الٰہی کے حصول کی خاطر دین کی خدمت کرنے کی طرف راہنمائی ہوتی ہے

پچھلے سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نمبر شائع کیا گیا اور ماہ اکتوبر میں یہ خاص نمبر شائع کر کے ساری جماعت بالخصوص نوعمر احمدیوں پر محترم مولانا صاحب نے بڑا احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزا اپنے حضور سے دے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہترین رنگ میں اسلاف کی سیرت و سوانح کا بیان بعد میں آنے والوں کیلئے مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔ اور رسالہ الفرقان نے اس بارہ میں قابل قدر خدمت کی ہے۔

بہرحال الفرقان کا یہ خاص نمبر بھی اپنی خوبیوں کے باعث اس قابل ہے کہ احباب کثرت سے اسے منگوائیں اور گھروں میں اس کے مطالعہ کا اہتمام کریں۔

قیمت فی نسخہ ۸/ ہے

ہندوستان کی مختلف جماعتہائے احمدیہ کی طرف سے یوم التبلیغ

رانچی

۵ر نومبر بروز اتوار خاکسار یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر سلیہ پہنچ گیا مسجد میں ڈیرہ لگا دیا۔ اور بستی کے لوگ یکے بعد دیگرے جمع ہونے شروع ہوئے۔ مسلمان دوستوں کو تبلیغ کی گئی۔ جماعت احمدیہ کے مخصوص عقائد بتلائے اور بعض سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ اس بستی میں تین دوست اہلحدیث ہیں اور باقی بستی کے لوگ، حنفی المذہب ہیں۔ جانبین کی طرف سے رفع یدین آمین بالجہر، قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ سوالات بھی اٹھائے گئے۔ چونکہ جماعت احمدیہ کا مسلک کل تعلیم ہر اختلاف و تضاد کے ہوا ہے پیرپرہ دیتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ان مسائل پر بھی خاکسار نے احمدیت کے جادۂ اعتدال اور طریق کے وسط کو بیان کیا۔ جو افراط و تفریط سے پاک احمدیت کا مسلک ہے۔ اور بتایا کہ جبکہ آمین بالجہر و بالسر اور رفع یدین اور اس کے برعکس دونوں طرح کی احادیث موجود ہیں تو ہمیں بھی وسعت نظری سے کام لینا چاہیئے اور ان دونوں مسلکوں کو برداشت کر لینا چاہیئے۔ لہٰذا ان میں سے جو مسلک بھی کوئی مسلمان اختیار کرے قابل مذمت نہیں ہو سکتا۔ فریقین نے ان باتوں کو بہت پسند کیا۔ نماز ظہر خاکسار کی اقتداء میں ہی ادا کی گئی۔ ۱۵ دوستوں میں لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ یہ لوگ احمدیت سے مانوس ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد سے جلد ان کو احمدیت کے نور سے منور فرمائے۔

خاکسار عبد الحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ
مقیم رانچی

پینگاڈی (کیرالہ اسٹیٹ)

مورخہ ۲۲ر نومبر کو جماعت احمدیہ پینگاڈی نے یوم التبلیغ منایا جماعت کے انتظام کے ماتحت ۱۲ احباب پر مشتمل دستوں کے تین گروپ بنائے گئے۔ نگران۔ وی حمزہ الدین صاحب مکرم مولوی عبد القادر صاحب اور خاکسار کو گروپ لیڈر مقرر کیا گیا۔ ان کو مختلف مقامات پر جو پانچ چھ اور سات میل کے فاصلہ پر ہے بھجوایا گیا۔ ان دوستوں نے علاوہ مفت لٹریچر تقسیم کرنے کے تقریباً ۱۷ روپیہ کا قیمتاً لٹریچر بھی دیا۔ اور سارا دن تبلیغ میں صرف کیا۔

احباب سے درخواست دعا ہے کہ ان کوششوں کا بہترین نتیجہ برآمد ہو۔ آمین۔

خاکسار بی احمد سیکرٹری تبلیغ
پینگاڈی

جماعت احمدیہ سونگھڑہ

مورخہ ۵ر نومبر کو یوم التبلیغ منایا گیا۔ کل پانچ گروپ بنائے گئے ہر گروپ میں کئی کئی دوست شامل ہوئے خدا کے فضل سے سب گروپ اپنے اپنے حلقہ کی طرف صبح ہی روانہ ہو گئے اور دن بھر تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ بہتر نتائج برآمد فرمائے۔

خاکسار سید مبشر الدین احمد
امیر و سیکرٹری تبلیغ جماعت
سونگھڑہ ضلع کٹک

پینکال

عاجز اور علاقہ کے مبلغ نیز اور بھی کئی دوستوں نے وفد کی صورت میں یوم تبلیغ منایا۔ مختلف مقامات کا دورہ کر کے زبانی طور پر بہت سے لوگوں تک اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچانے کی سعادت حاصل کی۔ اور مطالعہ کے لئے لٹریچر بھی دیا گیا۔ خدا کے فضل سے لوگوں پر اچھا اثر ہوا۔

احباب دعا کریں تا خداوند کریم ہم لوگوں کو بیش از بیش خدمت دین کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

خاکسار
محمد فرقان مسل صدر جماعت احمدیہ
پینکال (کیرالہ)

زکوٰۃ

اگر آپ اپنے مال میں اضافہ اور برکت چاہتے ہیں تو زکوٰۃ ادا کریں۔ یہ ایسا تیر بہدف نسخہ ہے جو چودہ سو سال سے کبھی خطا نہیں ہوا۔ اور اس کا ضامن خدا تعالیٰ ہے کہ جس نے آپ کو مال دیا اور مزید دے سکتا ہے۔ اور اس کے خزانوں میں کبھی کمی نہیں آتی۔

آپ بھی اس آزمودہ نسخہ پر عمل کر کے حنات دارین کے وارث بنیں۔ زکوٰۃ کی جملہ رقوم محاسب صاحب قادیان کے نام ارسال کیا کریں۔ ناظر بیت المال قادیان

درخواست دعا

کلکتہ اور یادگیر کے بعض مخلص دوست جو سلسلہ کی خدمت میں نمایاں حصہ لیتے ہیں ان کو اس وقت بعض کاروباری مشکلات کا سامنا ہے۔ جملہ احباب جماعت سے التماس ہے کہ ۱۰ ایسے مخلصین کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں برکت دے اور ان کی حائل ہر قسم کی مشکلات کو دور فرمائے۔ آمین

خاکسار مرزا وسیم احمد ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

تبصرہ

مباحثہ مصر

یہ سو صفحہ کا رسالہ محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل کی قابل قدر تصنیف ہے جس میں آپ نے نہایت مختصر مگر جامع طریق پر ان دلائل کو بیان فرمایا ہے۔ جو ۱۹۳۲ء میں قاہرہ (مصر) میں مقیم دو نامور امریکن پادریوں کے ساتھ مباحثہ کے موقعہ پر بیان کئے جبکہ دونوں پادری آپ کے ٹھوس دلائل سے سخت مبہوت اور لاجواب ہو گئے۔ اور انہوں نے بائیبل کے متعلق مولانا کی بہترین تحقیق کا اقرار کیا۔ مباحثہ میں حسب شرائط زیر بحث عنوانات پر صرف بائیبل کی رو سے ہی بحث کی گئی۔ جو یہ ہیں :-

(۱) کیا یسوع مسیح کے سوا کوئی بے گناہ ہے؟ (۲) کیا یسوع مسیح حقیقتہً خدا تھا (۳) کیا مسیح صلیب پر فوت ہوا۔

ان تینوں عنوانات پر ٹھوس دلائل کا ایک قیمتی خزانہ اس مختصر رسالہ میں جمع کر دیا گیا ہے جو عیسائیوں کے ساتھ گفتگو کے موقعہ پر بڑے ہی کار آمد ہیں۔ جس طور پر اس وقت پاکستان میں عیسائیت سر اٹھا رہی ہے اس کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے اس مفید رسالہ کا مطالعہ ہر احمدی کے لئے نہایت ضروری ہے۔

رسالہ ہذا ۶۲ پیسے فی نسخہ کے حساب سے مکتبہ الفرقان ربوہ مغربی پاکستان سے طلب کیا جا سکتا ہے

شری ہربنس لال ڈپٹی چیف منسٹر کی قادیان میں آمد اور سلسلہ کے لٹریچر کی پیشکش

قادیان مورخہ ۱۲/۱۱ آج ۷ بجے شام کو منڈی کانگرس کمیٹی قادیان کے زیر اہتمام غلہ منڈی میں ایک جلسہ زیر صدارت سیٹھ بانکے لال صاحب صدر منڈل کانگرس ہوا۔ جس میں ڈپٹی چیف منسٹر شری ہربنس لال نے تقریر کی۔ جس میں انہوں نے جن سنگھ کی فرقہ وارانہ ذہنیت کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ان کا یہ کہنا کہ سب مسلمان جو ہندوستان میں رہتے ہیں پاکستان کے خیر خواہ اور ہندوستان کے غدار ہیں بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ کیا بعض ہندو اور سکھ بارڈر پر سمگلنگ وغیرہ کرتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں اور ملک کو بدنام کرتے ہیں وہ غدار نہیں۔ یا جو ہندو اور سکھ ڈاکے اور چوری کا ارتکاب کرتے ہیں وہ ملک کے خیر خواہ ہیں۔ دراصل جرائم پیشہ لوگوں کا کوئی مذہب نہیں نہ وہ مسلمان ہیں نہ ہندو سکھ وہ صرف جرائم پیشہ ہیں۔ اور ان کو ملکی ترقی سے کچھ دلچسپی نہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ جن سنگھ پنجابی سے دشمنی کر کے بعض غلط کار اکالیوں کو یہ موقعہ دیا کہ وہ زبان کے اعتبار سے علیحدہ صوبہ کا مطالبہ کریں۔ کانگرس سرکار نے ہندی اور پنجابی دونوں کو لازمی قرار دیا ہے۔ اور بہت سے ترقیاتی منصوبے بنا کر ملک کو روز بروز باہم ترقی پر لے جا رہی ہے آپ نے اپنی تقریر میں سوتنتر پارٹی کے متعلق بھی اظہار خیال کیا

ڈپٹی وزیر صاحب کے ساتھ ڈسٹرکٹ کانگرس ہریانہ کے پریذیڈنٹ اور کمیٹی اور کانگرسی لیڈر بٹالہ سے آئے۔ جلسہ کے بعد جماعت احمدیہ کی طرف سے جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے ناظر امور عامہ اور جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے نے ڈپٹی وزیر صاحب موصوف سے علیحدگی میں ملاقات کی اور سلسلہ کی بعض ضرورتوں کو ان کے سامنے پیش کیا۔ نیز ان کی خدمت میں سلسلہ کا لٹریچر بھی پیش کیا۔ جو انہوں نے خوشی سے پڑھنے کا وعدہ کیا (نامہ نگار)

وفات

قادیان ۔ ار دسمبر۔ افسوس آج صبح محترم بابا سید حسن شاہ صاحب وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ عرصہ سے بعارضہ دمہ شدید بیمار تھے۔ اور چند روز سے ان کی یہ تکلیف زیادہ بڑھ گئی تھی۔ مرحوم کا اصل وطن گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ (پاکستان) تھا۔ مگر ایک مدت سے بمقام ستارا صوبہ بمبئی اپنے لڑکا کے ہاں چلے گئے تھے۔ اور خیاطی کا کام کرتے تھے۔ نیک بزرگ پابند صوم و صلوٰۃ ہونے کے علاوہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیت کا شرف حاصل تھا۔ درویشان کرام کی بھاری تعداد سمیت محترم مولانا عبد الرحمان صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے مہمان خانہ میں نماز جنازہ ادا کی اور موصی ہونے کے باعث بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے دعا کرائی۔ احباب مرحوم کی بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ ۔

لازمی چندہ جات کی ادائیگی

دیگر سب چندوں پر مقدم ہے

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہونا چاہیئے کہ چندہ عام، حصہ آمد اور چندہ جلسہ سالانہ لازمی چندے ہیں جن کی بنیاد خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھی اور ان کی باقاعدہ ادائیگی کے متعلق حضور نے یہاں تک تاکید فرمائی کہ

"جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے گا اس کا نام سلسلہ کی بیعت سے کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی معذرر اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہ سکتا۔"

گویا کہ تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرنیوالے کے متعلق اس قدر انذار ہے کہ وہ سلسلہ بیعت سے کٹ کر جماعت احمدیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ جو شخص اس سے زیادہ عرصہ کئی ماہ یا سالہا سال سے چندہ نہ دیتا ہو۔ ایسا شخص خود اپنے انجام کے متعلق قیاس کر سکتا ہے۔

لازمی چندہ جات کی فوقیت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:-

"تحریک میں انہی لوگوں کا چندہ لیا جائے گا جو اپنے بقائے ادا کریں گے اور مستقل چندہ بھی پوری طرح دیں گے۔ ہر وہ شخص جس کے ذمہ (لازمی) چندوں میں سے کچھ بقایا ہے یا ہر وہ جماعت جس کے چندوں میں بقائے ہوں وہ فوراً اپنے اپنے بقائے پورے کریں اور آئندہ کے لئے چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی کا نمونہ دکھائیں۔ جو جماعتیں میرے اس حکم کے مطابق اپنے بقایوں کو ادا کرتے ہوئے ماہوار چندوں میں باقاعدگی اختیار کریں گی میں سمجھوں گا کہ انہوں نے اپنے اقرار کو پورا کیا اور آئندہ کی جدوجہد میں ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔"

اسی خطبہ میں آگے چل کر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ

"آج وہی شخص اس تحریک جدید کے مطالبات میں شامل ہوگا جو اپنے بقایوں کو بے باق کر کے آئندہ کے لئے ماہوار چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی کرے گا۔"

جلسہ سالانہ ۱۹۳۵ء پر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

"تحریک جدید کو ہم کتنی ہی ضروری چیز قرار دیں یہ لازمی بات ہے کہ اگر اس تحریک کا اثر پہلے کاموں پر پڑے تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم ہر دلعزیز بننے والا کام کریں تو سلسلہ کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ تحریک جدید میں صرف انہی لوگوں کو شامل کیا جائے گا جو اپنے لازمی چندوں کے بقائے ادا کریں گے اور مستقل چندہ بھی پوری طرح دیں گے۔"

مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں جملہ احباب جماعت اور عہدیداران کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں اس امر کا جائزہ لیں کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ان واضح ہدایات کے باوجود کوئی شخص ان فرضی چندوں کو نظر انداز نہیں کر رہا۔ کیونکہ اس وقت جماعت کے سامنے بعض اور ضروری تحریکات بھی ہیں۔ مثلاً تحریک جدید، وقف جدید، چندہ نشر و اشاعت، درویش فنڈ وغیرہ وغیرہ یہ تمام تحریکات بھی اگرچہ نہایت ضروری ہیں۔ لیکن لازمی چندہ جات کے مقابلہ میں یہ ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔

چندہ عام، حصہ آمد اور چندہ جلسہ سالانہ جماعت کے لازمی چندے ہیں۔ اور سب سے اہم اور مقدم ہیں۔ ممکن ہے بیک وقت متعدد تحریکات میں حصہ لینے کی وجہ سے کوئی شخص لازمی چندہ جات کی ادائیگی میں تغافل اختیار کرے۔ لیکن ایسے شخص کی مثال وہی ہوگی جس طرح کہ کوئی شخص فرض نماز ترک کر کے کثرت نوافل میں مشغول ہو جائے یا رمضان کے روزے تو نہ رکھے اور نفلی روزوں پر زور دینا شروع کر دے۔ لیکن جس طرح ایسا کرنا بجائے فائدہ کے انسان کو قابل مواخذہ بناتا ہے۔ اسی طرح دیگر طوعی تحریکات کی بنا پر فرضی چندوں میں سستی اور غفلت اختیار کرنا خدا تعالےٰ کے نزدیک مستحسن نہیں۔ البتہ جس طرح ادائیگی فرائض کے بعد نوافل یقینی طور پر ترقی درجات اور قرب الٰہی کا باعث ہوتے ہیں۔ اسی طرح لازمی چندہ جات میں باقاعدگی کے بعد دیگر تحریکات میں حصہ لے کر مالی قربانی کا بہترین نمونہ پیش کرنا خدا کی خوشنودی اور رضا کا موجب ہوتا ہے۔ اور سلسلہ احمدیہ کی موجودہ ضروریات اس امر کی متقاضی ہیں کہ احباب جماعت لازمی چندہ جات میں سو فی صدی ادائیگی کے علاوہ سلسلہ کی دیگر مالی تحریکات میں بھی اپنا قدم آگے بڑھا کر اللہ تعالےٰ کے وارث بنیں۔

امید ہے کہ جملہ احباب جماعت اور عہدیداران لازمی چندہ جات کے تقدم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی اپنی جگہ وصولی چندہ جات کا محاسبہ کریں گے اور اپنی جماعتوں کے بقایادار افراد کی تربیت اور اصلاح کی طرف فوری توجہ دیں گے۔ موجودہ مالی سال کے سات ماہ گذر چکے ہیں۔ بعض بہت سی جماعتوں کی وصولی تدریج سے کم ہے۔ اور بعض کی وصولی بالکل برائے نام ہے۔ تمام جماعتوں کو کمی وصولی کی اطلاع ہر ماہ نظارت ہذا کی طرف سے دی جاتی ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام صدر صاحبان، سیکرٹریان مال اور مبلغین کرام کو ابھی سے ایسی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ آخر مالی سال تک نہ صرف موجودہ مالی سال کے لازمی چندہ جات کی سو فی صدی وصولی ہو جائے۔ بلکہ لازمی چندہ جات کا بقایا بھی بے باق ہو جائے۔

اللہ تعالےٰ جملہ احباب کو اپنی رضا کے مطابق زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان۔

The

WEEKLY BADR QADIAN

Regd. No. P. 67.

14, 21 December 1961 **No. 50, 51.**

صیغہ نشر و اشاعت و تبلیغ قادیان

مندرجہ ذیل کتب اس وقت نظارت کے سٹاک میں موجود ہیں جو تبلیغ کے لئے بہت مفید ہیں اور رعایتی قیمتوں پر دی جا رہی ہیں۔ احباب اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

نام کتب	خلاصہ مضمون
لائف آف محمدؐ (انگریزی)	از دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی کا مصنفہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ اس حصہ کی الگ اشاعت جو سیرت النبیؐ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ قیمت -/۳ روپے
خصوصیات قرآن (انگریزی)	دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی کا مصنفہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ اس حصہ میں خصوصیات قرآن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۷۴ نئے پیسے
احمدیت یعنی حقیقی اسلام مجلد (انگریزی)	حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ مضمون کانفرنس مذاہب عالم منعقدہ لنڈن ۱۹۲۴ء میں پڑھا گیا جس میں ثابت کیا گیا کہ اس زمانہ میں احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔ اسلام و احمدیت کی تعلیم اور اس کے تمدنی احکام کو بھی بیان کر کے ان کی فضیلت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ قیمت -/۱۵ روپے
اسلامی اصول کی فلاسفی مجلد (انگریزی)	انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان۔ الہام اور بعث بعد الموت کی بحث۔ روحانی علوم کے ذرائع نیز قرآن کریم کی تعلیم کی فضیلت۔ تعدد ازدواج اور پردہ کی حکمت اور قرآن کریم کی متعدد آیات کی تفسیر۔ قیمت ۱/۵۰ روپے
اسلامی اصول کی فلاسفی (اردو)	〃 〃 〃 〃 قیمت -/۱ روپیہ
کشتی نوح اردو	طاعون سے بچنے کا طریق۔ اپنی جماعت کو نصائح۔ تعلیم احمدیت اور اپنے عقائد کا بیان۔ قبر مسیح کے متعلق ایک اسرائیلی عالم کی شہادت۔ انجیل و قرآن مجید کی تعلیم کا موازنہ۔ قیمت ۶۲ نئے پیسے۔
امن کے شہزادہ کا آخری پیغام (اردو)	سچے مذہب کی دلیل۔ بین الاقوامی اتحاد کے زریں اصول اور ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت۔ ایک دوسرے کے بزرگوں کی تعظیم کرنا۔ قیمت ۳۱ نئے پیسے
امن کے شہزادہ کا آخری پیغام (انگریزی و ہندی)	〃 〃 〃 قیمت ۲۵ نئے پیسے۔ ہندی ۳۱ نئے پیسے
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ہندی)	ہندی میں چھپ کر تیار ہو گئی ہے بالکل نیا تحفہ ہے ہندی دانوں کو پیش کرنے کے قابل ہے
ضرورت مذہب اردو	مذہب پر اعتراضات کے جواب۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلائل۔ مقصد پیدائش انسانی۔ ضرورت مذہب۔ اسلام بمقابلہ دیگر مذاہب۔ قیمت ۳۷ نئے پیسے۔
تبلیغ اسلام زمین کے کناروں تک باتصویر اردو	احمدیہ جماعت کی تبلیغی خدمات اور جماعت کی جدوجہد پر غیروں کی آراء۔ مشنوں، مساجد وغیرہ کی تفصیل۔ قیمت ۵۰ نئے پیسے۔
آسمانی پیغام اردو	بموقعہ اجلاس آل انڈیا کانگریس امرتسر ۱۹۵۶ء جماعت احمدیہ کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور باہمی جھگڑوں کے حل پر بحث۔ قیمت ۲۵ نئے پیسے۔
احمدیہ موومنٹ ان انڈیا (انگریزی)	جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض۔ اس کی خصوصیات اور مشنوں کی تفصیل ۲۵ نئے پیسے۔
جماعت احمدیہ کا عملی نمونہ اردو	غیر مسلموں سے حسن سلوک پر بحث اسلام و احمدیت کی تعلیم کی روشنی میں۔ قیمت ۲۵ نئے پیسے۔
جو نویں پھل گورمکھی	غیر قوموں سے اتحاد پر اسلام کی تعلیمات کی روشنی پر بحث کی گئی ہے۔ قیمت -/۱ روپیہ
سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ اردو	غیر قوموں سے اتحاد پر اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ قیمت -/۱ روپیہ
اسلام دی شیڈ آف آور (انگریزی)	اسلام جو ہر زمانہ کی ضرورتوں کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ قیمت ۲۵ نئے پیسے۔